اہل سنت کا نشان
ماہنامہ بقیع کراچی
FEBRUARY 2023
ملت سلسلہ اشاعت نمبر 344
Regd. # MC-1177

العُروہ فی مناسکِ الحجّ والعُمرہ

فتاویٰ حج و عمرہ

حصّہ 18

مصنّف

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی
(رئیس دارالحدیث والافتاء جمعیۃ اشاعۃ اہل السنۃ)

مرتّب

حضرت علامہ مولانا محمد عرفان ضیائی مدظلہ العالی

جمعیّت اِشاعتِ اہلِسنّت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰
Ph : 021-32439799 Website : www.ishaateislam.net

العروۃ فی مناسك الحج والعمرۃ

فتاویٰ حج وعمرہ

(حصہ 18)

مُصنّف

شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

(رئیس دارالحدیث ورئیس دارالافتاء جامعۃ النّور)

مُرتب

حضرت علّامہ مولانا محمد عرفان ضیائی مدظلہ العالی

(ناظم اعلیٰ جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان)

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

کتاب	:	العروۃ فی مناسک الحج والعمرۃ
		فتاویٰ حج وعمرہ (حصہ 18)
تالیف	:	شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ
پیش لفظ	:	حضرت علامہ مولانا محمد عرفان ضیائی مدظلہ
سن اشاعت	:	شعبان المعظم ۱۴۴۴ ہجری / فروری ۲۰۲۳
تعداد	:	5000
ناشر	:	جمعیّت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)
		نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی
		فون:021-32439799
خوشخبری	:	www.ishaateislam.net

پر موجود ہے۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
1	پیش لفظ	5
2	﴿حج﴾	7
3	قرض لے کر حج کرنے کا حکم	7
	ساڑھے تین تولہ سونے کے مالک پر حج کا حکم	13
4	راستہ پُرامن نہ ہونے پر حج کا حکم	15
5	جدّہ والے کے حج قران یا تمتع کا حکم	17
6	جھوٹ اور دھوکے کا سہارا لے کر حج وعمرہ کرنے کا حکم	19
7	﴿احرام﴾	21
8	بحالتِ احرام ہینڈ فری استعمال کرنے کا حکم	21
9	آفاقی کا بلا احرام حِل میں کسی مقام پر آنے کا حکم	22
10	﴿عرفات﴾	27
11	وُقوفِ عرفہ سے پہلے غسل کا حکم	27
12	﴿مزدلفہ﴾	29
13	غیر حاجی کا عرفات ومزدلفہ میں نمازوں کو جمع کرنے کا حکم	29
14	﴿طواف﴾	31
15	صحن مسجد میں نفلی طواف کرنے کا حکم	31
16	عین حجر اسود کے مقابل نیت طواف کا حکم	34

17	بلاعذر وہیل چیئر پر طواف وسعی کا حکم	35
18	﴿رمی﴾	38
19	مُفرد کے لئے رمی کے بعد قربانی کا حکم	38
20	حائضہ عورت کے لئے رمی کا حکم	40
21	﴿قربانی﴾	41
22	حرم میں مرغی ذبح کرنے کا حکم	42
23	احرام میں آبی جانور شکار کرنے کا حکم	43
24	مسافر قربانی کرکے مقیم ہو تو قربانی کا حکم	45
25	﴿جنایات﴾	50
26	چند پھیروں میں ترکِ اضطباع کا حکم	50
27	قارِن کیلئے عمرے کے بعد حلق کروانے کا حکم	54
28	سعی سے پہلے حلق کے بعد سلے کپڑے پہننے کا حکم	59
29	﴿حج بدل﴾	61
30	والدین کی طرف سے بلاوصیّت حج بدل کا حکم	61
31	اپنے وطن کے علاوہ سے حج بدل کروانے کا حکم	66
32	﴿متفرق﴾	81
33	حکومت کی طرف سے حج سبسڈی لینے کا حکم	81
34	ماخذ ومراجع	84

پیش لفظ

حج اسلام کا اہم رُکن ہے جس کی ادائیگی صاحبِ استطاعت پر زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے، اس کے بعد جتنی بار بھی حج کرے گا نفل ہو گا اور پھر لوگوں کو دیکھا جائے تو کچھ تو زندگی میں ایک ہی بار حج کرتے ہیں کچھ دو یا تین بار، اقل قلیل ایسے ہوتے ہیں جن کو ہر سال یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ لہٰذا حج کے مسائل سے عدم واقفیت یا واقفیت کی کمی ایک فطری امر ہے۔ پھر کچھ لوگ تو اِس کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے، دوسروں کی دیکھا دیکھی ایسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جو سراسر ناجائز ہوتے ہیں اور کچھ علماء کرام کی طرف رُجوع کرتے ہیں، مناسکِ حج و عمرہ کی تربیت کے حوالے سے ہونے والی نشستوں میں شرکت کرتے ہیں پھر بھی ضرورت پڑنے پر حج میں موجود علماء یا اپنے ملک میں موجود علماء سے رابطہ کر کے مسئلہ معلوم کرتے ہیں اور پھر علماء کرام میں جو مسائل حج و عمرہ کے لئے کُتُبِ فقہ خصوصاً مناسکِ حج و عمرہ کا مطالعہ کرتے ہیں وہ تو مسائل کا صحیح جواب دے پاتے ہیں اور جن کا مطالعہ نہیں ہوتا وہ اس سے عاجز ہوتے ہیں اور ایسی صورت میں بعض تو اپنے قیاس سے مسائل بتادیتے ہیں حالانکہ مناسکِ حج و عمرہ توقیفی ہیں۔ ہمارے ہاں جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) کے زیرِ اہتمام نور مسجد میٹھادر میں پچھلے کئی سالوں سے ہر سال باقاعدہ تربیتِ حج کے حوالے سے نشستیں ہوتی ہیں اسی لئے لوگ حج و عمرہ کے مسائل میں ہماری طرف کثرت سے رجوع بھی کرتے ہیں، اکثر تو زبانی اور بعض تحریری جواب طلب کرتے ہیں اور کچھ مسائل کہ جن کے لئے ہم نے خود بھی اپنے ادارے میں قائم دارالافتاء کی جانب رُجوع کیا تھا اور کچھ مفتی صاحب نے ۱۴۲۷ھ /۲۰۰۶ء اور ۱۴۲۸ھ /۲۰۰۷ء کے سفرِ حج میں مکہ مکرمہ میں تحریر فرمائے۔ پھر ۱۴۲۹ھ /۲۰۰۸ء اور ۱۴۳۰ھ /۲۰۰۹ء کے سفرِ حج میں اور کچھ کراچی میں مزید فتاویٰ تحریر ہوئے۔ اس طرح ہمارے دارالافتاء سے مناسکِ حج و عمرہ اور اس سفر میں پیش آنے والے مسائل کے بابت جاری ہونے والے فتاویٰ کو ہم نے علیحدہ کیا اور اُن میں سے جن کی اشاعت کو ضروری جانا اس مجموعے میں شامل کر دیا اور چھ حصے اس سے قبل شائع کئے جو ۱۴۳۰ھ /۲۰۰۹ء تک کے فتاویٰ تھے بعد

کو فتاویٰ کو جب جمع کیا گیا تو ضخامت کے وجہ سے اُن میں سے کچھ فتاویٰ حصہ ہفتم میں ۱۴۳۳ھ / ۲۰۱۲ء، پھر حصہ ہشتم ۱۴۳۴ھ / ۲۰۱۳ء میں شائع کئے گئے اور پھر حصہ نہم میں ۱۴۳۴ھ / ۲۰۱۳ء اور ۱۴۳۵ھ / ۲۰۱۴ء کے فتاویٰ ۱۴۳۶ھ / ۲۰۱۵ء میں شائع کئے۔ اب ۱۴۳۷ھ / ۲۰۱۵ء کہ جس میں مفتی صاحب قبلہ کسی مجبوری کی وجہ سے حج کے لئے نہ جاسکے لیکن لوگ فون پر اور نیٹ پر ان سے یا حاجیوں کے عزیز جو کراچی میں تھے وہ بالمشافہ ان سے رابطہ کرکے مسائل حج معلوم کرتے رہے، آپ نے کچھ جوابات زبانی دیئے اور کچھ تحریر جوابات لکھتے رہے وہ فتاویٰ اور ۱۴۳۷ھ / ۲۰۱۶ء میں دورانِ حج لکھے گئے فتاویٰ کو ترتیب دیا گیا۔ اس طرح دو حصے تیار ہوئے اور دسواں حصہ رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ / جون ۲۰۱۷ء کو شائع ہوا اور گیارہواں حصہ شوال المکرم ۱۴۳۸ھ / جولائی ۲۰۱۷ء میں ہوا۔ پھر ۲۰۱۷ء اور ۲۰۱۸ء کے سفر حج میں اور کچھ دارالافتاء النور میں مفتی صاحب نے حج وعمرہ کے بارے میں جو فتاویٰ لکھے ان کو جب ترتیب دیا گیا تو تین حصے تیار ہوئے۔

جن میں سے بارہواں حصہ شعبان المعظم ۱۴۴۰ھ / مئی ۲۰۱۹ء میں شائع ہوا، تیرہواں حصہ رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ / جون ۲۰۱۹ء میں شائع ہوا اور چودھواں حصہ شوال المکرم ۱۴۴۰ھ / ۲۰۱۹ء میں شائع ہوا اور پھر ۲۰۱۹ء کے سفر حج میں جو فتاویٰ تحریر ہوئے اور جو دارالافتاء النور میں مفتی صاحب نے فتاویٰ تحریر کئے انہیں جب جمع کیا گیا جن میں سے ایک یعنی پندرہواں حصہ شوال المکرم ۱۴۴۲ھ / جون ۲۰۲۰ء میں، سولہواں حصہ ذیقعدہ ۱۴۴۲ھ / جولائی 2020ء میں، سترہواں حصہ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۳ھ / دسمبر 2021ء میں اور اب اٹھارواں حصہ رجب المرجب ۱۴۴۴ھ / فروری 2023ء شائع ہوئے پر جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان اپنے سلسلۂ اشاعت کے ۳۳۰ویں نمبر پر شائع کر رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہم سب کی کاوش کو قبول کو فرمائے اور اسے عوام وخواص کے لئے نافع بنائے۔ آمین

فقیر محمد عرفان ضیائی

خادم جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

﴿حج﴾

قرض لے کر حج کرنے کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ میرا بھائی میری والدہ کا مَحرم بن کر حج پر جانا چاہ رہا ہے لیکن اُس کی رقم فی الحال کہیں انویسٹ ہے تو کیا وہ اُدھار لے کر حج کر سکتا ہے۔ (سائل: نعیم، گارڈن، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں آپ کے بھائی اگر کسی بھی سال حج کے زمانے میں اتنے روپے کے مالک ہوئے تھے، جن سے حج فرض ہوتا تھا اور فرضیتِ حج کی دیگر شرائط بھی پائی گئی تھیں یعنی عاقل بالغ ہونا وغیرہ، لیکن اس کے باوجود اُنہوں نے حج نہ کیا اور اب اُن کے پاس اتنی رقم وغیرہ بھی نہیں کہ جس سے وہ حج کر سکیں تو اس صُورت میں اُن پر لازم ہے کہ وہ ضرورت کے مطابق قرض لے کر حج کریں، اور نیت یہ رکھیں کہ میں یہ قرض ادا کر دوں گا، لیکن اگر اُن پر حج فرض نہیں ہے یعنی وہ صاحبِ استطاعت نہیں ہیں اور نہ ہی پہلے کبھی اُن پر حج فرض ہوا ہے پھر بھی وہ حج کرنا چاہتے ہیں، تو وہ اس کیلئے قرض لے سکتے ہیں جبکہ وہ یہ سمجھتے ہوں کہ میں قرض لینے کے بعد اسے ادا کر سکوں گا ورنہ اُنہیں قرض لینے کی اجازت نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: (ولَو لَم یحجّ) أی مَن تحقّق فِی حقِّه شروطُ الوجوبِ وقتَ خُروجِ أهلِ بَلدِه ولَم یخرُج (حتّیٰ افتقرَ) أی هلكَ مالُهُ بحیثُ لَم یقدرْ عَلی أداءِ الحجّ راكباً أو ماشیاً (تقرر) أی وجوبُ الحجّ (فی ذمّته) أی دَیناً (ولَا یسقطُ عنْه بالفقر) أیْ بحدوثِه (سَواء هلكَ المالُ) بنفسِه (أو استهلكَه) وكذَا الحُكم إذَا عرضَ لَه مانعٌ مِن الأداءِ بنفسِه، كمَن وجبَ عَلیهِ الحجُّ وهُو بصیرٌ ثمّ عَمی ونحْو ذلكَ، فإنّه لَا یسقُط عَنهُم الحجّ مَا لَم یحجّوا أو أحجّوا (ولَه) أی ویجُوز لِهذا الفقیر (أنْ

یستقرض للحجّ) أی لأدائِہ و یتوکّلَ فِی أمرِ قضائِہ، فعَن محمّدٍ أنّہ إنْ ماتَ قَبلَ أنْ یقضِیَ دینَہ أرجُو أنْ لَا یؤاخذَ بذلکَ ولَا یکونَ آثماً، إذَا کانَ مِن نیّتِہ قضَاءُ الدّینِ إذا قدَرَ (وقیلَ: یلزمُہ) أیْ الاستقْراضُ، وھُو روایَۃ عَن أبِی یُوسف، وضعفُہ ظاھِر، ولعلّہ مُقیّد بمَن یجدُ الاستقراضَ، ومَع ھذَا لَا یخلو عَن إشکَال، فإنّ تحمّلَ حُقوقِ اللہِ أخفُّ مِن ثِقَلِ حُمولِ حُقوقِ العِبادِ.(1)

یعنی، اگر کوئی اپنے شہر والوں کے حج کیلئے نکلنے کے وقت وُجوبِ حج کی شرائط جمع ہونے کے باوجود حج نہ کیا یہاں تک وہ فقیر ہو جائے یعنی اُس کا اتنا مال ہلاک ہو جائے کہ اب وہ سواری کے ذریعے یا پیدل حج کرنے کی قدرت نہ رکھے جب بھی اُس کے ذمے حج کا وجوب باقی رہے گا اور وہ محتاج پیدا ہونے کے سبب ساقط نہیں ہو گا خواہ مال خود بخود ہلاک ہو جائے یا اُسے ہلاک کیا ہو اور اسی طرح حکم ہے جب کسی کو خود حج کرنے سے کوئی رکاوٹ پیش آجائے جیسے کسی پر اس حال میں حج واجب ہو جائے کہ وہ بینا ہو پھر وہ نابینا ہو جائے وغیرہ، تو اُن سے حج ساقط نہیں ہو گا جب تک وہ حج نہ کرلیں یا کسی دوسرے سے حج نہ کروالیں، اور اس فقیر کیلئے جائز ہے کہ وہ حج کی ادائیگی کیلئے قرض لے اور وہ اسے واپس کرنے کے معاملے میں اللہ عزّوجلّ پر بھروسہ رکھے، اور امام محمد علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ اگر وہ قرض کی ادائیگی سے پہلے فوت ہو گیا تو میں اُمید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اُسے مؤاخذہ نہیں فرمائے گا اور نہ ہی وہ گنہگار ہو گا جبکہ قرض ادا کرنے کی نیت ہونے کے ساتھ اُسے ادا کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہو، اور ایک قول یہ ہے کہ اُسے قرض لینا لازم ہے اور یہ امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور اس قول کا ضُعف ظاہر ہے اور شاید یہ اس کے ساتھ مقید ہے کہ جو قرض دینے

1۔لباب المناسک وشرحہ المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط، باب شرائط الحج، النوع الرابع: شرائط وقوع الحج عن الفرض، فصل وجوب الحج علی الفور، ص۹۰۔۹۱

والے کو پائے اور ساتھ اس کے کہ یہ اشکال سے خالی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حقوق برداشت کرنے کا معاملہ بندوں کے حقوق اُٹھانے کے بوجھ سے کم ہے۔

اور علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: وَقالُوا : لَو لَم يَحجّ حَتّی أتلفَ مَالَه وسِعهُ أن يَستقرِضَ ويَحجّ ولَو غَيرَ قادرٍ علَى وَفائِهِ ويُرجَى أن لَا يُؤاخذَه اللهُ بِذلكَ؛ أي لَو ناويًا وَفاءً إذا قَدرَ كَما قَيّدهُ فِي "الظّهيرِيّة".(2)

یعنی، فقہائے کرام نے فرمایا کہ حج فرض ہونے کے باوجود نہ کیا یہاں تک اُس کا مال ختم ہوگیا تو اُس کیلئے جائز ہے کہ وہ قرض لے کر حج کرے اگرچہ وہ اسے ادا کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو اور اُمید ہے کہ اللہ عزّوجلّ اس پر مؤاخذہ نہ فرمائے یعنی جبکہ نیّت یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ قدرت دے گا تو میں اسے ادا کردوں گا جیسا کہ "ظہیریہ"(3) میں اس قید کے ساتھ ہے۔

اور اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: قَولُه:(وسِعهُ أن يَستقرِض إلخْ) أي جَاز لَه ذلكَ وَقيلَ يَلزمهُ الإستِقراضُ كَما فِي "لُبابِ المَناسكِ" قالَ مُنلَا علَى القَاريّ فِي شَرحِه علَيهِ: وهُو رِوايةٌ عَن أبِي يُوسفَ، وَضعفهُ ظَاهرٌ فَإنّ تَحمّلَ حُقوقِ الله تَعالَى أخفّ مِن ثقلِ حُقوقِ العبَادِ اهـ.قُلت: وَهذَا يَردُ علَى القَولِ الْأوّلِ أيضًا إن كانَ المرادُ بقَولِه: ولَو غيرَ قادرٍ علَى وَفائِه أن يَعلمَ أنّهُ

2۔الدر المختار،کتاب الحج،تحت قوله:علی الفور،ص ۱۵۵
3۔الفتاوی الظهيرية،کتاب الحج،ق ۱۲۵،مخطوط مصوّر

لَيس لَه جِهةُ وفَاءٍ أصلًا، أمّا لَو عَلمَ أنّهُ غَيرُ قادرٍ فِي الحالِ وغلبَ عَلى ظَنّه أنّهُ لَو اجتهدَ قَدرَ علَى الوَفاءِ فلَا يُردَ. والظّاهرُ أنّ هذَا هُو المرادُ أخذاً مِمّا ذكَرَه فِي "الظّهِيرِيّةِ" أيضًا فِي الزّكاةِ حيثُ قالَ: إن لَمْ يكنْ عِندَهُ مالٌ وَأرادَ أن يَستقرِضَ لِأداءِ الزّكاةِ: فَإن كانَ فِي أكبرِ رَأيِه أنّه إذا اجتهدَ بِقضاءِ دينِهِ قدرَ كانَ الأفضلُ أن يَستقرِضَ فَإن استقرضَ وَأدّى ولَم يَقدِر علَى قَضائِه حَتّى ماتَ يُرجَى أن يَقضِيَ اللهُ تَبارَكَ وَتعالَى دَينَهُ فِي الآخِرةِ وإن كانَ أكبرُ رَأيِه أنّهُ لَو استقرَضَ لَا يَقدرُ عَلى قَضائِه لَه عَدمهُ اهـ وَإذا كانَ هذَا فِي الزّكاةِ المُتعلّقِ بِها حَقّ الفُقَراءِ ففِي الحجّ أولَى.[4]

یعنی، اُس کیلئے جائز ہے کہ وہ قرض لے اور ایک قول کے مطابق اُس پر قرض لینا لازم ہو گا جیسا کہ "لباب المناسک" میں ہے، مُلّا علی قاری علیہ الرحمہ نے اس کی شرح میں فرمایا: یہ امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور اس کا ضُعف ظاہر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حقوق اُٹھانا بندوں کے حقوق کے بوجھ سے خفیف ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ پہلے قول پر بھی یہ اعتراض وارد ہوتا ہے اگر اُن کے قول "ولَو غيرَ قَادرٍ عَلى وَفَائِه" سے یہ مراد ہو کہ اُسے علم ہو کہ اصلاً قرض کی ادائیگی کی کوئی صورت نہیں، مگر جب علم ہو کہ وہ فی الحال قادر نہیں اور اس کا ظنّ غالب یہ ہو کہ اگر وہ کوشش کرے تو ادائیگی پر قادر ہو جائے گا تو اعتراض وارد نہیں ہو گا۔ اور ظاہر یہ ہے کہ یہی مراد ہے جبکہ اُسے اس سے اخذ کیا گیا ہے جو "ظہیریہ"[5] کے "کتاب الزکوٰۃ" میں

4۔رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فیمن حج بمال حرام، ۳/ ۵۲۱

5۔الفتاوی الظهيرية، كتاب الزكوٰة، الفصل الثانی فی مصارف الزكوٰة إلخ، ق۹۸، مخطوط

=

مذکور ہے کیونکہ اُنہوں نے کہا ہے کہ اگر اُس کے پاس مال نہ ہو اور وہ زکوٰۃ کی ادائیگی کیلئے قرض لینے کا ارادہ کرے تو اگر اس کی غالب رائے یہ ہو جب وہ قرض کی ادائیگی میں کوشش کرے گا تو وہ قادر ہو جائے گا تو افضل یہ ہو گا کہ وہ قرض لے پھر اگر وہ قرض لے اور زکوۃ ادا کر دے اور قرض کی ادائیگی پر قادر نہ ہو یہاں تک کہ مر جائے تو اُمید کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کا قرض آخرت میں ادا فرما دے گا، اور اگر اُس کی غالب رائے یہ ہو کہ وہ قرض لے گا تو اس کی ادائیگی پر قادر نہیں ہو گا تو افضل یہ ہے کہ وہ قرض نہ لے، اور جب یہ صورت زکوٰۃ میں ہے جس کے ساتھ فقراء کا حق متعلق ہے تو حج میں بدرجہ اَولیٰ اس طرح کرنا صحیح ہو گا۔

اورایک مقام پر علامہ شامی لکھتے ہیں: لَا یَستقرِضُ لیَحجَّ إلّا إذَا قدرَ علَی الوَفاءِ۔[6]

یعنی، حج کرنے کیلئے قرض لے سکتا ہے جبکہ وہ اسے ادا کرنے پر قادر ہو۔

اورامام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت پر ہونے والے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے علامہ حسین بن محمد حنفی متوفی ۱۳۶۶ھ لکھتے ہیں: قولُہ (فإنّ تحمّل حقوقِ اللهِ إلخ): أجیبَ بأنّہ إنّما یؤاخذُ بحقِّ العبدِ إذَا أخذَہ لغیرِ حاجَة شرعِیةٍ، أمّا إذَا أخذَہ لهَا ومِن نیّتِه الخَلاصُ وماتَ قبلَ الأداءِ لَا یؤاخذُ بِه، و یعوّضُ اللهُ صاحبَ الحقِ بدلَ حقّہ.[7]

=

مصوّر

6۔رد المحتار،کتاب الحج،مطلب: فی قولهم یقدّم حق العبد علی حق الشرع،تحت قوله:لتقدّم حق العبد،۳/ ۵۲۹

7۔ إرشاد الساری،باب شرائط الحج،النوع الرابع:شرائط وقوع الحج عن الفرض،فصل

=

یعنی،اس کا جواب یہ ہے کہ بندے کے حق کا مؤاخذہ اُس وقت ہو گا کہ جب اُس نے اُسے شرعی ضرورت کے بغیر لیا ہو لیکن جب اُس نے اُسے ادا کرنے کی نیت سے لیا اور پھر وہ ادائیگی سے پہلے انتقال کر جائے، تو اُس سے مؤاخذہ نہیں ہو گا اور اللہ تعالیٰ اس کے عوض صاحبِ حق کو اُس کا بدلہ عنایت فرمادے گا۔

اور صدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: مال موجود تھا اور حج نہ کیا پھر وہ مال تلف ہو گیا، تو قرض لے کر جائے اگرچہ جانتا ہو کہ یہ قرض ادا نہ ہو گا مگر نیت یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ قدرت دے گا تو ادا کر دوں گا۔ پھر اگر ادا نہ ہو سکا اور نیّت ادا کی تھی تو امید ہے کہ مولیٰ عزّوجلّ اس پر مؤاخذہ نہ فرمائے۔[8]

اور مفتی محمد وقارالدین قادری حنفی متوفی ۱۴۱۳ھ لکھتے ہیں: اگر سائل کے والد بالغ ہونے کے بعد سے اب تک کسی سال بھی زمانہ حج میں اتنے روپے کے مالک ہوئے تھے، جن سے حج فرض ہوتا تھا اور دوسری شرائطِ فرضیت بھی پائی گئیں تھیں تو اُن پر حج فرض تھا اور جب ایک مرتبہ حج فرض ہو جاتا ہے تو اگرچہ مال فنا ہو جائے اور یہ فقیر ہو جائے، جب بھی حج فرض ہی رہے گا تو اس صورت میں اُس پر فرض ہے کہ وہ قرض لے کر حج کرے اور نیت یہ رکھے کہ میں یہ قرض ادا کر دوں گا تو اللہ تعالیٰ قرض کی ادائیگی کے ذرائع پیدا فرمادے گا۔[9]

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

جمعرات،٦/شعبان المعظم،١٤٤٣ھ .٩/مارچ،٢٠٢٢م

=

وجوب الحج علی الفور، ص ٩٠. ٩١

8۔ بہار شریعت، حج کا بیان، ۱/۶/۱۰۳۶

9۔ وقار الفتاویٰ، حج وعمرہ کی فرضیت کا بیان، ۲/۴۴۲

تین ساڑھے تین تولہ سونے کے مالک پر حج کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ میرے پاس تین تولہ سونا ہے جسے میں پہنتی ہوں اور اس کے علاوہ کچھ رقم تھی جس سے ایک دکان خریدی ہے، اب اُس کی مالیت تقریباً پچیس لاکھ روپے ہوگئی ہے، اُس کے کرایہ سے ماہانہ گھر کے اخراجات پورے ہوتے ہیں، دکان میری دو بچیوں کی شادی کے لئے ہے کہ جب وہ جوان ہوں گی تو اُسے بیچ کر اُن کی شادی کی جائے گی، کیا ایسی صورت میں مجھ پر حج فرض ہے نیز میری بھابی کے پاس صرف ساڑھے تین تولہ سونا ہے کیا اُن پر حج فرض ہوگا جبکہ اُن کے پاس اس کے علاوہ کوئی اور مال نہیں ہے؟ (سائل: c/o نعیم، کھارادر، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں صرف تین یا ساڑھے تین تولہ سونے کی موجودگی میں دونوں میں سے کسی پر بھی حج فرض نہیں ہوگا، مسئلے کی تفصیل یہ ہے کہ وُجوبِ حج کیلئے سفرِ حج کے اخراجات اور سواری پر قادر ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے: عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ الله، مَا يُوجِبُ الحَجَّ؟ قَالَ: «الزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ»۔[10]

یعنی، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے اُنہوں نے کہا کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی: یارسول اللہ، کیا چیز حج کو واجب کرتی ہے؟ فرمایا: توشہ اور سواری۔

10۔ سُنن الترمذي، كتاب الحج، باب ما جاء في إيجاب الحج بالزاد والراحلة، برقم: ۸۱۳، ۲/ ٦

اورامام برہان الدین ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ طرابلسی حنفی متوفی ۹۲۲ھ لکھتے ہیں:وشرطُوا ملكَ الزّادِ والرّاحلةِ. ملخّصاً[11]
یعنی،فقہائے کرام نے وُجوبِ حج کیلئے سفر کے اخراجات اور سواری پر قادر ہونے کی شرط لگائی ہے۔

اور قادر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ یہ چیزیں بندے کی حاجت سے زائد ہوں۔چنانچہ امام رضی الدین محمد بن محمد سرخسی حنفی متوفی ۵۷۱ھ اوران کے حوالے سے علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھاہے:وَ تَفسيرُ ملكِ الزّادِ وَالرّاحلةِ أن يَكونَ لَه مالٌ فَاضلٌ عَن حَاجَتِهِ، وهُو مَا سوَى مَسكنِه وَلبسِه وخَدمِه، وَ أثاثِ بَيتِه قدرَ مَا يُبلّغهُ إلَى مَكّة ذَاهبًا وجَائيًا رَاكبًا لَا مَاشيًا وسِوى مَا يَقضِي بِه دُيونَهُ وَيَمسِكُ لِنَفقةِ عِيالِه، ومَرمّةِ مَسكنِه وَنَحوِها إلَى وَقتِ انصرَافِه- [واللّفظ للأوّل][12]
یعنی،سفرِحج کے اخراجات اور سواری پر قادر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ اُس کے پاس ضرورت سے فاضل ہوں، یعنی مکان،لباس ، خادم،گھر کے سامان اوردَین (قرض) سے اتنا زائد ہوں کہ سواری پرمکہ مکرمہ جائے اوروہاں سے سواری پرواپس آئے اور جانے سے واپسی تک عیال کانفقہ اور مکان کی مرمّت وغیرہ کیلئے کفایت کرنے والامال چھوڑ جائے۔

لہٰذا جس بہن کی ملکیت میں دکان ہے اس کے ذریعے اُن پرحج فرض نہیں ہوگاکہ یہ اُن کی حاجت میں شامل ہے کیونکہ اِس کے کرایہ سے اُن کے ماہانہ

11۔مواھب الرحمن،کتاب الحج،ص۳۳۸

12۔المحیط للسرخسی،کتاب الحج،ق۲۱۵،مخطوط مصوّر،الفتاوی الھندیۃ،کتاب المناسک،الباب الأول فی تفسیر الحج وفرضیتہ ووقتہ إلخ،۱/ ۲۱۷

گھر کے اخراجات پورے ہوتے ہیں۔ اوراس کے علاوہ تین یاساڑھے تین تولہ سونے کی مالیت چونکہ اتنی نہیں ہے کہ جس سے بندہ حج کرسکے کیونکہ گزشتہ دنوں کی معلومات کے مطابق ایک تولہ سونے کی قیمت ایک لاکھ ستائیس ہزار ہے، اس اعتبار سے تین تولے سونے کی قیمت تین لاکھ اکیاسی ہزار ہے اور ساڑھے تین تولے کی قیمت چارلاکھ چوالیس ہزار پانچ سو ہے، جبکہ فی زمانہ حج اِس سے بھی زائد رقم میں ہوتا ہے، اور جب سفرِ حج کے اخراجات پر قدرت حاصل نہ ہوگی تو حج بھی فرض نہیں ہوگا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

اتوار، ۹/ شعبان المعظم، ۱۴۴۳ھ۔ ۱۲/ مارچ، ۲۰۲۲م

راستہ پرامن نہ ہونے پر حج کا حکم

الإستفتاء: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ راستے کا پُرامن ہوناوُجوبِ حج کیلئے شرط ہے یاپھر وُجوبِ ادا کی شرط ہے؟

(سائل: سفیان رضا، ممبئی، انڈیا)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں راستے کا پُرامن ہوناوُجوبِ ادا کی شرائط میں سے ہے۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: مِن شرائطِ الأداءِ علَی الأصحّ (أمنُ الطّريقِ للنّفسِ والمالِ) وقَد اختلفَ فيهِ، فمنهُم مَن قالَ: إنّه شَرط الوُجوْب، وهُو روايَة ابْن شُجاع عَن أبِي حنيفةَ. ومِنهم منْ قالَ: شرطُ وجوبِ الأداءِ، علَى مَا ذكرَه جمَاعة مِن أصحابِنا، كصَاحبِ «البَدائع» و«المجمع» والكرمَانى وصَاحبِ «الهِدايةِ» وغَيرهم (فمَن خافَ مِن ظَالمٍ أو عدوّ أو سبُع أو غرَق أو غَير ذلكَ) أى غَير مَا ذكرَ من قاطع طريقٍ أو مَكّاس (لَم يلزمْه أداءُ الحجّ) أى بنفسِه بلْ بمالِه. (والعِبرةُ بالغَالبِ) أى فى الأمنِ وغيرِه (برّا وبحراً، فإن كان الغالبُ السلامةَ يجبُ) أى عليهِ أن يؤدّى بنفسِه (وإلّا) أى بأن كانَ الغالبُ القتلَ والهلاكَ (فلَا)

أی فلَا یجبُ، کذَا قالَه أبُو اللّیث، وعلیهِ الفَتوی. وفی «القنیةِ»: وعلیهِ الاعتماد. والمرادُ أنّه لا یجبُ علیهِ أن یؤدِّیَ بنفسِه، بل إمّا أن یُحِجّ غیرَہ أو یوصِی بِه. ملخّصاً[13]

یعنی، نفس اور مال کیلئے راستے کا پُر امن ہونا اصح قول کے مطابق وُجوبِ ادا کی شرائط میں سے ہے اور اس میں اختلاف ہے کیونکہ بعض فقہائے کرام نے فرمایا ہے کہ یہ وُجوبِ حج کی شرط ہے اور یہ امام ابن شجاع کی روایت ہے، وہ اسے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، جبکہ دیگر بعض فقہائے کرام کے نزدیک یہ وُجوبِ ادا کیلئے شرط ہے اور اسے ہمارے اصحاب (احناف) کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے، جیسے صاحبِ بدائع[14]، صاحبِ مجمع[15]، علامہ کرمانی[16]، اور صاحبِ ہدایہ[17] وغیرہم نے، لہٰذا جسے ظالم یا دُشمن یا درندے یا ڈوبنے وغیرہ کا خوف ہو مثلاً چور یا ٹیکس وصول کرنے والے کا، تو اُسے خود حج کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اپنے مال کے ذریعے دوسرے سے حج کرواسکتا ہے، اور امن وغیرہ کے سلسلے میں غالب (زیادہ) کا اعتبار ہے، چاہے خشکی کا سفر ہو یا سمندر کا، لہٰذا اگر غالب سلامتی ہو، تو اُس پر خود حج کرنا لازم ہے ورنہ غالب قتل وہلاکت ہونے کی صورت میں حج واجب نہیں ہوگا، اسی طرح امام ابو اللیث سمرقندی

13۔ لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط، باب شرائط الحج، النوع الثانی: شرائط الأداء، ص۷۲، ۷۳، ۷٤

14۔ بدائع الصنائع، کتاب الحج، فصل فی شرائط فرضیته، ۳/ ۵۳

15۔ مجمع الأنهر، کتاب الحج، تحت قوله: مع أمن الطریق، ۱/ ۳۸۷

16۔ المسالك فی المناسك، القسم الثانی: فی بیان نسك الحج من فرائضه إلخ، فصل فی أمن الطریق، ۱/ ۲۷۰

17۔ الهدایة، کتاب الحج، ۱، ۲/ ۱٦۲

علیہ الرحمہ نے فرمایاہے، اور اسی پر فتویٰ ہے، اور "قُنیہ"[18] میں ہے کہ اسی پر اعتماد ہے اور حج واجب نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس پر خود حج کرنا واجب نہیں ہے بلکہ وہ دُوسرے سے حج کراسکتاہے یااس کی وصیت کر سکتاہے۔

اور وُجوبِ ادا کی شرائط کے بیان میں صدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: راستہ میں امن ہونا یعنی اگر غالب گمانِ سلامتی ہو تو جانا واجب اور غالب گمان یہ ہو کہ ڈاکے وغیرہ سے جان ضائع ہو جائے گی تو جانا ضرور نہیں، جانے کے زمانے میں امن ہونا شرط ہے پہلے کی بدامنی قابلِ لحاظ نہیں۔ اگر بدامنی کے زمانے میں انتقال ہو گیا اور وجوب کی شرطیں پائی جاتی تھیں تو حجِ بدل کی وصیت ضروری ہے اور امن قائم ہونے کے بعد انتقال ہوا تو بطریق اولیٰ وصیت واجب ہے۔[19]

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

بدھ، ۱۲/ شعبان المعظم، ۱٤٤٣ھ۔ ۱۵/ مارچ، ۲۰۲۲م

جدہ والے کے حجِ قران یا تمتع کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جدہ میں رہنے والا حجِ قران یا تمتع کر سکتاہے یا نہیں؟

(سائل: مولانا عباد الحق قادری، فاضل جامعۃ النور، کھارار، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں جدہ میقات کے اندر ہے اور اس میں رہنے والا حجِ قران یا تمتع نہیں کر سکتاہے۔ چنانچہ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں: (ومَن كانَ داخلَ المِيقَاتِ فَهو بِمَنزلةِ المكّيِّ حَتّى لَا

18۔ القُنية المنية، كتاب الحج، باب فيمن يلزمه وموانعه، ق ۱۱۰، مخطوط مصوّر

19۔ بہارِ شریعت، حج کا بیان، وُجوبِ ادا کے شرائط، ۱/ ۶/ ۱۰۴۳۔۱۰۴۴

يَكونَ لَه متعةٌ ولَا قِرانٌ) بِخلَافِ المكّيّ إذا خَرجَ إلَى الكُوفةِ وقَرنَ حَيثُ يَصحّ؛ لِأنّ عُمرَته وَحَجّتهُ مِيقاتيّتانِ فَصارَ بِمَنزِلةِ الآفَاقِيّ۔[20]

یعنی، جو شخص میقات کے اندر ہو تو وہ مکی کے مرتبے میں ہے حتی کہ اُس کیلئے حج تمتع اور حج قِران جائز نہیں ہے برخلاف اُس مکی کے جو کوفہ (میقات سے باہر) کی طرف چلا جائے اور حج قِران کرے تو یہ دُرست ہے، کیونکہ اُس کے حج وعمرہ دونوں ہی میقاتی ہیں، پس وہ آفاقی کے مرتبے میں ہو گیا ہے۔

اور علامہ برہان الدین ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ طرابلسی حنفی متوفی ۹۲۲ھ لکھتے ہیں: ولَا تمتّع ولَا قِرانَ لأهلِ مكّةَ ومَن يلِيهَا إلَى الميقَات.[21]

یعنی، مکہ میں اور داخلِ میقات رہنے والوں کیلئے تمتع اور قِران جائز نہیں ہے۔

اور شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں: در داخل مواقیت یا در نفس مواقیت اگرچه ساکن باشد در خارج مکه حکم مکی دارد و در نهی از تمتع وقران صرّح به فی المنسك المتوسط ملّا رحمة الله.[22]

یعنی، جو شخص خاص میقات پر یا میقات کے اندر رہتا ہے اگرچہ خارجِ مکہ کا رہائشی ہو وہ بھی تمتع اور قِران کے معاملے میں مکی کے حکم میں ہے، ملّا علی قاری علیہ الرحمہ نے اِس کی تصریح فرمائی ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأحد، ۵/ ذو القعدہ، ۱۴۴۳ھ۔ ۵/ جون، ۲۰۲۲م

20۔ بداية المبتدی وشرحه الهداية، كتاب الحج، باب التمتع، ۱/ ۱۹۱

21۔ مواهب الرحمٰن فی مذهب أبی حنيفة النُّعمان، كتاب الحج، فصل فی القران والتمتع إلخ، ص ۳۵۷

22۔ حیات القلوب، باب اوّل در بیان احرام، فصل سیوم در بیان انواع احرام، ص ۶۹

جھوٹ اور دھوکے کا سہارا لے کر حج وعمرہ کرنے کا حکم

الاِستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ جھوٹ اور دھوکے کا سہارا لے کر حج وعمرہ کرنا کیسا ہے؟(سائل:رجب علی،موسیٰ لین،کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب:صُورتِ مسئولہ میں جھوٹ بولنے اور دھوکہ دینے کی شریعت میں حُرمت ومذمّت(برائی)وارد ہے۔چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے:لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ[23]

ترجمہ، جھوٹوں پر اللہ کی لعنت (ہے)۔(کنز الایمان)

اوراحادیث میں بھی جھوٹ کی مذمّت بیان کی گئی ہے۔چنانچہ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں:قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّى يُكْتَبَ صِدِّيقًا، وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ كَذَّابًا»۔[24]

یعنی،رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:صدق کو لازم کرلو،کیونکہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے اور سچ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے،یہاں تک کہ وہ اللہ(عزوجل)کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا

23۔ آل عمرن:۳/ ۶۱

24۔صحیح مسلم،کتاب البر والصلة والآداب،باب قبح الكذب...إلخ، برقم: ۲۶۰۷، ۲۰۱۲-۲۰۱۳،٤-۱۰۳/

ہے اور جھوٹ سے بچو، کیونکہ جھوٹ فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فجور جہنم کا راستہ دکھاتا ہے اور آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا ہے، یہاں تک کہ اللہ (عزّوجلّ) کے نزدیک کذّاب لکھ دیا جاتا ہے۔[25]

اور جھوٹ کی مذمّت بیان کرتے ہوئے صدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: جھوٹ ایسی بُری چیز ہے کہ ہر مذہب والے اس کی بُرائی کرتے ہیں تمام اَدیان میں یہ حرام ہے اسلام نے اس سے بچنے کی بہت تاکید کی، قرآن مجید میں بہت مواقع پر اس کی مذمت فرمائی اور جھوٹ بولنے والوں پر خُدا کی لعنت آئی۔ حدیثوں میں بھی اس کی برائی ذکر کی گئی۔[26]

اور دھوکہ دینے والوں کے بارے میں امام مسلم بن حجاج قشیری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: أَنَّ رَسُولَ اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا۔[27]

یعنی، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

اور امام اہلسنت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: غدر (دھوکہ) و بدعہدی مطلقًا سب سے حرام ہے، مسلم ہو یا کافر، ذمی ہو یا حَربی، مُستامَن ہو یا غیر مُستامَن، اصلی ہو یا مُرتد۔[28]

25۔ بہارِ شریعت، جھوٹ کا بیان، ۳/ ۱۶/ ۵۱۵، مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ، کراچی، طباعت: ۱۴۳۴ھ۔ ۲۰۱۳م

26۔ بہارِ شریعت، جھوٹ کا بیان، ۳/ ۱۶/ ۵۱۵

27۔ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب قول النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم مَن غَشَّنا فلیس منّا، برقم: ۱٦٤-۱، ۱۰۱/ ۹۹

28۔ فتاویٰ رضویہ، کتاب السیر، ۱۴/ ۱۳۹

لہٰذا معلوم ہوا کہ جھوٹ بولنا اور دھوکہ دینا شرعاً ناجائز و حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے، لیکن اگر کسی نے ان قبیح اعمال کا سہارا لیتے ہوئے حج و عمرہ ادا کرلیا، تو اُس کا حج و عمرہ ادا ہو جائے گا، لیکن اُس کیلئے ایسا کرنا درست نہیں سراسر ناجائز و حرام ہے جس سے اجتناب (بچنا) واجب ہے، اور ارتکاب کرنے والا سخت گنہگار ہو گا، جس کے سبب اُس پر صدقِ دل سے توبہ لازم ہو گی۔

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

جمعرات، ۲/ جمادی الآخری ۱٤٤۳ھ، ۵/ جنوری، ۲۰۲۲م

﴿احرام﴾

بحالتِ احرام ہینڈ فری استعمال کرنے کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ احرام میں کانوں میں ہینڈ فری لگا سکتے ہیں؟

(سائل: c/o مولانا خرم نوری، فاضل و مدرّس جامعۃ النور، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں بحالتِ احرام ہینڈ فری کا استعمال جائز ہے اِس میں کوئی حرج نہیں ہے اگرچہ اس کے ذریعے کانوں یا اس کے سوراخوں کا بعض حصہ چھپ جاتا ہے کیونکہ مُحرِم کیلئے اپنے مکمل کانوں کو چھپانا بھی مباح ہے اور جب یہ جائز ہے تو پھر اس کے کچھ حصے کو چھپانا بدرجہ اَولیٰ دُرست ہے۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں: ولَه أن يُغطّي أذنَيهِ. [29]

یعنی، مُحرِم کیلئے جائز ہے کہ وہ اپنے کانوں کو چھپائے۔

29۔ مجامع المناسك، باب الإحرام، فصل فی ما یباح للمحرم، ص ۱۵٦

اور شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں: مباح ست پوشیدن ہر دو گوش زیر انکہ نیستند آنہا از وجہ ونہ از راس.[30]

یعنی، احرام کی حالت میں کانوں کو چھپانا مباح ہے کیونکہ یہ سر یا چہرے کا حصہ نہیں ہیں۔

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۱۴/ ذو القعدۃ، ۱۴۴۳ھ۔ ۱۴/ جون، ۲۰۲۲م

آفاقی کا بلا احرام حِل میں کسی مقام پر آنے کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص میقات سے گزرے لیکن مکہ مکرمہ یا حرم میں جانے کے ارادے سے نہیں جیسے مدینہ شریف سے جدّہ آئے اور پھر وہیں سے پاکستان آجائے تو اس کیلئے کیا حکم ہوگا؟

(سائل: c/o علامہ عرفان ضیائی صاحب، میٹھادر، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں اُس پر میقات سے گزرتے وقت احرام لازم نہیں ہوگا، لہٰذا وہ حج وعمرہ کئے بغیر اپنے وطن آسکتا ہے کیونکہ آفاقی پر حِل میں کسی مقام پر جانے کے ارادے سے احرام واجب نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ جلال الدین بن شمس الدین خُوارزمی حنفی متوفی ۷۶۷ھ لکھتے ہیں: إذا قصدَ دخولَ الحلِّ لَا يلزمُه الإحرَام لأنّه حينئذٍ يكونُ كأهلِ الحلِّ كالبُستانِي لَه أن يدخلَ مكةَ بغيرِ إحرَامٍ، ثمّ منْ قصدَ مجاوزَةَ ميقاتٍ واحدٍ فلَه ذلكَ بغيرِ إحرامٍ كالآفاقِي يقصدُ الحلّ أو الحِلّي يقصُد مكةَ أو المكّي يخرجُ إلَى الحلّ ولَا يجاوزُ الميقَات ثمّ يعودُ إلى مكةَ.[31]

30۔ حیات القلوب، باب اوّل در بیان احرام، فصل ہشتم در بیان مباحات احرام، ص۹۸

31۔ الكفاية فى شرح الهداية، كتاب الحج، فصل فى المواقيت، تحت قوله: ثم الآفاق إذا...إلخ، ۲/ ۱۸۸۔ ۱۸۹

یعنی، آفاقی (میقات کے باہر سے آنے والا) جب حِل میں (میقات کے اندر اور حُدودِ حرم سے باہر) داخل ہونے کا ارادہ کرے تو اُس پر احرام لازم نہیں ہو گا کیونکہ اُس وقت وہ حِل والے کی مثل ہو گا جیسے بُستانی کیلئے بلا احرام مکہ مکرمہ میں داخل ہونا جائز ہے، پھر جو شخص ایک میقات تجاوز کرنے کا ارادہ کرے تو اُس کیلئے بلا احرام میقات تجاوز کرنا جائز ہے جیسے آفاقی جب حِل کا ارادہ کرے یا حِلّی مکہ مکرمہ کا ارادہ کرے یا مّکی حِل کی طرف نکلے اور میقات سے باہر نہ جائے اور پھر وہ مکہ مکرمہ واپس لوٹ آئے۔

کعبہ معظمہ کے گرد دو دائرے ہیں پہلا دائرہ حدودِ حرم کہلاتا ہے اور یہ حِل والوں کی میقات ہے دوسرا دائرہ مواقیت کا ہے اور یہ آفاقی اور میقاتی کے لئے میقات ہے اب جو آفاقی دونوں میقاتوں سے گزرنے کا ارادہ رکھتا ہو وہ آفاقی اور میقاتی کی میقات سے بلا احرام نہیں گزر سکتا اور جو آفاقی دو میقات سے گزرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اُسے آفاقی کی میقات سے بلا احرام گزرنا جائز ہے۔

امام ابوالبقاء محمد بن احمد مکی حنفی متوفی ۸۵۴ھ لکھتے ہیں: واعلَم أنّ الأصلَ أنّ كلّ منْ قصدَ مجاوَزة بميقاتينِ لَا يجوزُ لَه أن يجاوزَه إلّا بإحرامٍ ومَن قصدَ مجاوزَة ميقَات واحِد حلّ لَه أن يجاوزَه بغيرِ إحرامٍ، بيَانه: مَن أتى ميقاتاً بنيّةِ الحجّ والعُمرةِ أو دُخول مكةَ أو دخُول الحرمِ لَا يجوزُ لَه أن يجاوزَه إلّا بإحرامٍ لأنّه قصدَ مجاوزَة ميقاتَين: مِيقات الآفاقِ وميقَات أهلِ الحِلّ.[32]

یعنی، تو جان بے شک قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو دو مواقیت تجاوز کرنے کا ارادہ کرے اُس کیلئے بلا احرام میقات تجاوز کرنا جائز نہیں اور جو شخص کوئی ایک میقات تجاوز کرنے کا ارادہ کرے تو اُس کیلئے بلا احرام میقات تجاوز کرنا جائز ہے، اس کی وضاحت یہ ہے کہ جو

32۔ البحر العميق، الباب السادس، فصل في مجاوزة الميقات بغير إحرام، ١/ ٦١٦۔ ٦١٧

شخص حج یا عمرہ کی نیّت سے میقات کو آئے یا پھر مکہ مکرمہ یا حرم میں داخل ہونے کی نیت سے، تو اس کیلئے یہ جائز نہیں کہ بلا احرام میقات تجاوز کرے کیونکہ اُس نے دو مواقیت یعنی آفاقی اور حِل والوں کی میقات تجاوز کرنے کا ارادہ کیا ہے۔

اس لئے جو آفاقی حِل میں کسی جگہ کے ارادے سے میقات سے گزرے گا اُس پر احرام واجب نہ ہو گا پھر جب وہ حل کے کسی مقام کے ارادے سے میقات سے بلا احرام گزر گیا تو اب اُسے حرم بلا احرام جانا جائز ہو جائے گا بشرطیکہ وہ حج یا عمرہ کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: (ومَن جاوزَ وقتَه) أي الّذي وصلَ إليهِ حَال كَونه (يقصدُ مكاناً فِي الحِلِّ) كبُستانِ بنِي عامِرٍ أو جُدّة أو حَدّة مثلاً بحيثُ لَم يمُرَّ علَى الحرمِ، ولَيس لَه عندَ المجاوزةِ قصدٌ أن يدخلَ الحَرم بعدَ دخولِ ذلكَ المكَان (ثم بدَا لَه) أي ظهورُ أيّ حادِث (أن يدخلَ مكةَ) أي أو الحَرم ولَم يُرد نسكاً حينئذٍ (فلَه أن يدخلَها) أي مكّة وكذَا الحرَم (بغيرِ إحرامٍ). وفِيه إشكالٌ، إذ ذكرَ الفقهاءُ فِي حيلةِ دخولِ الحَرمِ بغيرِ إحرامٍ أن يقصدَ بستانَ بنِي عَامر، ثمّ يدخلَ مكّة. وعَلى مَا ذكرَه المصنّف وقرّرناه لَم تحصُل الحيلةُ كمَا لَا يخفَى، فالوَجه فِي الجملةِ أنْ يقصدَ البستانَ قصداً أوّلياً، ولَا يضرُّه قصدُه دخولَ الحرمِ بعدَه قصْداً ضِمنياً أو عارِضياً، كمَا إذَا قصدَ مدنيّ جُدَّة لبيعٍ وشراءٍ أوّلاً، ويكونُ فِي خاطرِه أنّه إذَا فرغَ منه أنْ يدخلَ مكّةَ ثانِياً. بخلَاف مَن جَاء مِن الهندِ مثلاً بقصدِ الحجّ أوّلاً، وأنّه يقصدُ دخولَ جدّة تبعاً، ولَو قصدَ بيعاً وشراءً، لَا يقالُ: فصارَ كمذهبِ الشّافِعي أنّه إذَا كانَ قصدُه الأصلِي أحدَ النّسكينِ يجبُ عليهِ الإحرَام وإلّا فلَا، فإنّا نقولُ: هذَا الّذي ذكرنَا فيمَا إذَا لَم يقصدْ أوّلاً فِي دخولِه أرضَ الحرمِ، فإنّه

إذَا قصدَہ ودخلَ بغیرِ إحرامٍ یجبُ علَیه دمٌ لھتكِ حُرمةِ الحرمِ (33)

یعنی، جو شخص میقات تجاوز کرتے وقت حِل میں کسی مقام پر جانے کا ارادہ کرے مثلاً: بستانِ بنی عامر یا جدّہ یا حدّہ لیکن وہ حرم سے نہ گزرے اور نہ ہی اُس کا میقات سے گزرتے وقت حِل میں داخل ہونے کے بعد حرم میں داخل ہونے کا ارادہ ہو، پھر اُسے کسی کام سے مکہ مکرمہ یا حُدودِ حرم میں جانا پڑے اور اُس کا ارادہ حج یا عمرے کا ارادہ نہ ہو، تو اُس کیلئے بلا احرام مکہ مکرمہ یا حرم میں داخل ہونا جائز ہے اور اس میں ایک اشکال ہے کیونکہ فقہائے کرام نے آفاقی کیلئے بلا احرام حُدودِ حرم میں داخل ہونے کے بارے میں یہ حیلہ ذکر فرمایا ہے کہ وہ میقات تجاوز کرتے وقت بستانِ بنی عامر جانے کا ارادہ کرے پھر وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہو اور اگر ہم مصنّف کی مذکورہ بات کو باقی رکھتے ہیں، تو حیلہ حاصل نہ ہو گا جیسا کہ مخفی نہیں ہے، لہٰذا صورت یہ ہو گی کہ وہ پہلے بستان جانے کا ارادہ کرے اور اس کے بعد اُسے ضمناً یا عارضی طور پر حرم میں داخل ہونے کا ارادہ مُضر نہیں ہو گا، جیسے مدینے والا جب پہلے خرید و فروخت کیلئے جدّہ آنے کا قصد کرے اور اُس کے دل میں یہ ہو کہ وہ اس سے فارغ ہونے کے بعد مکہ مکرمہ جائے گا، بر خلاف اُس شخص کے جو ہندوستان سے پہلے حج کرنے کے ارادے سے میقات تجاوز کرے اور ضمناً جدّہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے اگرچہ خرید و فروخت کیلئے، اور اسے مذہبِ شوافع کی مثل ہونا نہیں کہیں گے کہ جب کسی کا میقات تجاوز کرتے وقت حج یا عمرے کا ارادہ ہو، تو اُس پر احرام واجب ہو گا ورنہ نہیں، کیونکہ یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ اس صورت میں ہے کہ جب کسی کا پہلے حرم میں پر داخل ہونے کا ارادہ نہ ہو، لہٰذا جب وہ میقات سے گزرتے وقت حرم میں

33۔ لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب المواقیت، فصل فی مجاوزة المیقات بغیر إحرام، ص۱۲۱۔۱۲۳

جانے کا ارادہ کرے گا اور بلا احرام داخل ہو گا تو اُس پر حرم کی حُرمت پامال کرنے کی وجہ سے دَم لازم ہو گا۔

اور علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: لَو قصدَ موضعًا مِن الحلّ کخُلیصٍ وجدّةَ حلّ لَه مُجاوزَته بلَا إحرامٍ فإذَا حلّ بِه التحقَ بأهلِه فلَه دُخول مكةَ بلَا إحرامٍ وهُو الحيلةُ لمريدِ ذلكَ إلّا لمأمورٍ بالحجّ للمخالَفةِ۔[34]

یعنی، آفاقی جب حِل میں کسی مقام پر جانے کا ارادہ کرے جیسے خُلَیص یا جدّہ، تو اُس کیلئے بلا احرام میقات سے گزرنا جائز ہے، پھر جب وہ میقات کے اندر آ جائے گا تو حِلّی ہو جائے گا، لہٰذا اُس کیلئے بلا احرام مکہ مکرمہ میں داخل ہونا بھی جائز ہو گا اور یہ حیلہ اُس کیلئے ہے کہ جو بلا احرام مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے لیکن جسے حج بدل کیلئے بھیجا گیا ہو وہ یہ حیلہ نہیں کر سکتا ہے کیونکہ اس صورت میں حکم کی خلاف ورزی ہو گی۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: مکہ معظمہ جانے کا ارادہ نہ ہو بلکہ میقات کے اندر کسی اور جگہ مثلاً جدّہ جانا چاہتا ہے تو اُسے احرام کی ضرورت نہیں پھر وہاں سے اگر مکہ معظمہ جانا چاہے تو بغیر احرام جا سکتا ہے، لہٰذا جو شخص حرم میں بغیر احرام جانا چاہتا ہے وہ یہ حیلہ کر سکتا ہے بشرطیکہ واقعی اُس کا ارادہ پہلے مثلاً جدّہ جانے کا ہو۔ نیز مکہ معظمہ حج اور عمرہ کے ارادہ سے نہ جاتا ہو، مثلاً تجارت کے لیے جدّہ جاتا ہے اور وہاں سے فارغ ہو کر مکہ معظمہ جانے کا ارادہ ہے اور اگر پہلے ہی سے مکہ معظمہ کا ارادہ ہے تو اب بغیر احرام نہیں جا سکتا۔ جو شخص دوسرے کی طرف سے حج بدل

34۔ الدر المختار، کتاب الحج، تحت قوله: ولو لحاجة، ص ۱۵۸

کو جاتا ہو اُسے یہ حیلہ جائز نہیں۔[35]

اور ارادہ میقات سے گزرتے وقت کا معتبر ہے۔ چنانچہ علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: وَالمعتبرُ القصدُ عندَ المجاوَزة لَا عندَ الخروجِ منْ بيتِه۔[36]

یعنی، اور ارادہ میقات سے گزرتے وقت کا معتبر ہو گا نہ کہ اپنے گھر سے نکلتے وقت کا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

بدھ، ۹/ شوال، ۱٤٤۳ھ، ۱۰/ مئی، ۲۰۲۲م

﴿عرفات﴾

وُقوفِ عرفہ سے پہلے غسل کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ وُقوفِ عرفہ سے پہلے غسل کرنا کیا ہے؟ (سائل: مجیب خان، ممبئی، انڈیا)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں وقوفِ عرفہ کیلئے غسل واجب نہیں ہے سنّتِ مؤکدہ ہے اور اس میں مرد و عورت دونوں برابر ہیں اگرچہ عورت حیض یا نفاس کی حالت میں ہو لیکن اگر کوئی صرف وضو کرے، تو بھی جائز ہے البتہ غسل کرنا افضل ہے اور وضو یا غسل وقتِ ظہر شروع ہونے سے کچھ دیر پہلے ہی کر لینا بہتر ہے۔ چنانچہ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں: أمّا الاِغتِسالُ فهُو سُنّة ولَيس بوَاجبٍ، ولَو اكتَفى بالوُضوءِ جازَ كمَا فِي الجُمعةِ

35۔ بہار شریعت، میقات کا بیان، ۱/ ۶/ ۱۰۶۸

36۔ رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الحج، مطلب: فی المواقیت، تحت قوله: أمّا لو قصد موضعاً من الحل، ۳/ ۵۵۲

والعِيدَين و عندَ الإحْرامِ۔[37]

یعنی، وقوفِ عرفہ کیلئے غسل کرنا سنت ہے واجب نہیں، اور اگر کسی نے صرف وضو پر اکتفاء کیا جب بھی جائز ہے جیسا کہ جمعہ و عیدین میں اور احرام باندھتے وقت۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: (فإذَا زالتْ اغتسلَ) أی لوقوفِ عرفةَ علَى الصّحيح، لَا ليومِه، وهُو سنّة مؤكّدةٌ (أو تَوضّأ) وهُو رخصةٌ (والغُسل أفضلُ) لكِن الأولىٰ أن يغتسلَ قُبيلَ الزّوالِ. ملخّصًا[38]

یعنی، پس جب وقتِ ظہر شروع ہو جائے تو حاجی صحیح قول کے مطابق وقوفِ عرفہ کیلئے غسل کرے نہ کہ یومِ عرفہ (نوذوالحجہ) کیلئے اور یہ غسل سنتِ مؤکدہ ہے یا وضو کرے اور یہ رخصت ہے البتہ غسل کرنا افضل ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ زوال سے کچھ دیر پہلے ہی وہ غسل کر لے۔

اور شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں: قریب شود زوال پس غسل کند برائ وقوف عرفه واین سنتِ مؤکده است در حق واقفانِ عرفه اگرچه حائض یا نفساء باشد واگر غسل کردن نتواند وضو سازد و باید که فارغ کند را وسائر حوائج خود را قبل از زوال.[39]

یعنی، زوال کا وقت قریب آجائے اُس وقت وقوفِ عرفہ کیلئے غسل کرے اور یہ غسل

37۔ الهداية شرح بداية المبتدى، كتاب الحج، باب الإحرام، تحت قوله: و يستحب أن يغتسل قبل إلخ، ۱.۲/ ۱۷۵

38۔ لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب الوقوف بعرفات وأحكامه، ص ۲۷۰.۲۷۱

39۔ حيات القلوب، باب ششم در بيان وقوف عرفات، فصل سيوم در بيان ترتيب نزول بعرفات، ص ۱۷۹

میدانِ عرفات میں وقوف کرنے والوں کے لئے سنتِ مؤکدہ ہے، حائضہ اور نفاس والی عورت بھی غسل کرے اور اگر غسل نہ کرسکے تو وضو کرلے اور وضو، غسل اور تمام ضروریات سے قبل از زوال ہی فارغ ہوجائے۔

اور امام اہلسنت احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: جب دوپہر قریب آئے نہاؤ کہ سنتِ مؤکدہ ہے اور نہ ہوسکے تو صرف وضو۔[40]

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت، ۱۱/ ذو القعدة، ۱٤٤۳ھ. ۱۰/ جون، ۲۰۲۲م

﴿مزدلفہ﴾

غیر حاجی کا عرفات ومزدلفہ میں نمازوں کو جمع کرنے کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ عرفات اور مزدلفہ میں نماز کو جمع کرنے کا جو معاملہ ہے یہ صرف حاجی کے ساتھ خاص ہے یا غیر حاجی کیلئے بھی یہ حکم ہے؟(سائل: c/o مفتی شہزاد نعیمی، کھارادر، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں یہ صرف حاجی کے ساتھ خاص ہے کیونکہ عرفات اور مزدلفہ میں نمازوں کو جمع کرنے سے قبل احرامِ حج میں ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:
جمع در عرفات بین الظهر والعصر جائز نشود الّا به شش شرط یکے آنکه تقدیم کرده باشد احرام حج را بر ظهر وعصر معاً پس اگر ادا کرد ظهر بغیر احرام پس احرام بسته عصر را باد جمع کند جائز نباشد.[41]

40۔ فتاویٰ رضویہ، کتاب الحج، جنایات، ۱۰/ ۷۴۸

41۔ حیات القلوب، باب ششم در بیان وقوف عرفات، فصل سیوم در بیان ترتیب نزول بعرفات...إلخ، ص ۱۸۱

یعنی، جب تک چھ شرطیں نہ پائی جائیں عرفات میں ظہر اور عصر جمع کرنا جائز نہیں ہے، اُن میں سے ایک شرط یہ ہے کہ ان دونوں نمازوں سے پہلے حج کا احرام باندھا ہوا ہو، پس اگر کسی نے نمازِ ظہر بلا احرام پڑھی، اس کے بعد احرام باندھا تو اُس کیلئے عصر کو ظہر کی نماز کے ساتھ جمع کرنا جائز نہیں ہے۔

اور مزدلفہ میں نمازِ مغرب اور عشاء کے جمع کرنے کی شرائط کے بیان میں آگے لکھتے ہیں: شرائط این جمع چھار چیز اند یکے تقدیم احرام بحج بر ھر دو نماز کما تقدم فی الجمع الأوّل.[42]

یعنی، نمازِ مغرب اور عشاء کے جمع کرنے کیلئے چار شرائط ہیں، اُن میں سے ایک شرط یہ ہے کہ ان دونوں نمازوں سے پہلے احرام حج موجود ہو جیسا کہ ظہر و عصر کو جمع کرنے کے بارے میں گزرا۔

لہٰذا غیر حاجی ہر نماز کو اپنے وقت پر ہی ادا کرے گا، کیونکہ فرضیتِ نماز کا سبب وقت ہے۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے: **اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتۡ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ كِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا**۔[43]

ترجمہ، بے شک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔ (کنز الإیمان)

اس آیت کے تحت ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: مفروضاً محدُود الأوقاتِ لَا یجوزُ إخرَاجها عَن أوقَاتِها فِي جمِیعِ الحَالاتِ.[44]

یعنی، نماز مقررہ وقت پر فرض ہے، پس اسے تمام حالات میں اس کے اوقات سے نکالنا

42۔ حیات القلوب، باب ھفتم در بیان مزدلفہ، فصل دوم در بیان جمع بین المغرب والعشاء در مزدلفہ، ص ۱۹۵

43۔ النسآء: ٤/ ١٠٣

44۔ تفسیر الملّا علی القاری، سورۃ النسآء، تحت الآیۃ: ١٠٣، ١/ ٤٥٩

جائز نہیں ہے۔

اور صدرالافاضل سیّد محمد نعیم الدین مرادآبادی حنفی متوفی ۱۳٦۷ھ لکھتے ہیں:
تولازم ہے کہ اس کے اوقات کی رعایت کی جائے۔(45)

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

منگل،۲۹/ شوال،۱٤٤۳ھ۔۳۰/ مئی،۲۰۲۲م

﴿طواف﴾

صحنِ مسجد میں نفلی طواف کرنے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ آجکل فقط عمرہ کرنے والوں کو مسجد حرام کے مطاف والے حصے میں طواف کرنے کی اجازت ہے جبکہ نفلی طواف کرنے والوں کو نیچے کے حصے میں اس کی پابندی ہے البتہ پہلی منزل سے وہ طواف کرسکتے ہیں لیکن بات دراصل یہ ہے کہ اوپر کے حصے سے طوالت کے سبب طواف کرنا مشکل امر ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص صرف احرام کی چادریں پہن کر عمرہ کرنے والوں کے ساتھ نچلے حصے میں شریک ہوجائے اور نفلی طواف کرے، تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے کیا یہ عمل دھوکہ دہی کے زمرے میں نہیں آئے گا؟

(سائل:کاشف، کھارادر، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں نفلی طواف کرنے والے ایسا کرسکتے ہیں کہ یہ اُن کے حق میں دھوکہ نہیں ہے، مسئلے کی تفصیل یہ ہے کہ مسجدِ حرام شریف کسی فرد یا حکومت کی ذاتی ملکیت نہیں بلکہ اس پر تمام مسلمان برابر حق رکھتے ہیں چاہے وہ زائرین عمرہ ہوں یا اِس کے علاوہ۔ چنانچہ قُرآنِ کریم میں ہے: اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا

45۔ خزائن العرفان، سورۃ النسآء، تحت الآیۃ:۱۰۳، ص۱۷۳

وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِیْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨالْعَاكِفُ فِيْهِ وَ الْبَادِ (46)

ترجمہ: بے شک وہ جنہوں نے کفر کیا اور روکتے ہیں اللہ کی راہ اور اس ادب والی مسجد سے جسے ہم نے سب لوگوں کے لیے مقرر کیا کہ اس میں ایک سا حق ہے وہاں کے رہنے والے اور پردیسی کا۔ (کنز الایمان)

لہٰذا مسلمان اِس کے اُوپر نیچے تمام ہی حصوں میں عبادت کرسکتے ہیں کہ یہ اُن کا حق ہے اور اس کے حُصول کیلئے وہ احرام کی دو چادریں پہننے کا سہارا بھی لے سکتے ہیں، اگرچہ یہ بظاہر دھوکے کی صورت ہے کیونکہ اس میں اپنی اصلی حالت یعنی مُحرِم نہ ہونے کو چُھپانا ہے۔ چنانچہ دھوکے کی تعریف بیان کرتے ہوئے علامہ عبد الرؤف مناوی شافعی متوفی ۱۰۳۱ھ لکھتے ہیں: الغش سترُ حالِ الشيء. (47)

یعنی، کسی چیز کی (اصلی) حالت کو پوشیدہ رکھنا دھوکہ ہے۔

اور شریعت میں دھوکہ دہی کی حُرمت وذمّت (بُرائی) وارد ہے۔ چنانچہ امام مسلم بن حجاج قشیری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا۔ (48)

یعنی، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

اور امامِ اہلسنت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: غدر (دھوکہ) و

46۔ الحج: ۲۲/ ۲۵

47۔ فیض القدیر، حرف المیم، ۶/ ۲۴۰

48۔ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من غشنا فلیس منا، برقم: ۱۶۴-۱۰۱، ۱/ ۹۹

بدعہدی مطلقًا سب سے حرام ہے، مسلم ہویا کافر، ذمی ہو یا حربی، مستامن ہو یا غیر مستامن، اصلی ہویا مرتد۔ (49)

لیکن اپنے حق کو حاصل کرنے کیلئے فعل حرام کے ارتکاب سے بندۂ مومن گنہگار نہیں ہوتا ہے، جیسے رشوت کالین دَین اَشد حرام ہے لیکن اگر کوئی شخص اپنے حق کے حُصول کیلئے رشوت دے تووہ دینے والے کے حق میں رشوت نہیں ہے، لہٰذا وہ گنہگار بھی نہیں ہوگا، ہاں لینے والاضرور گنہگار ہوگا۔ چنانچہ ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: الرّشوۃُ إذا أعطَی لِیتوَصّلَ بِه إلَی حَقّ، أو لِیدفعَ بِه عَن نَفسِه ظُلمًا فلَا بَأسَ بِه-ملخّصاً (50)

یعنی، جب کوئی شخص اپنے حق کو حاصل کرنے کیلئے یااپنے نفس سے ظلم کودُور کرنے کیلئے رشوت دے تواس میں کوئی حرج نہیں۔

اور علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: دَفعُ المالِ لِلسّلطانِ الجائرِ لِدَفعِ الظّلمِ عَن نَفسِهِ ومالِه وَلِاستخرَاجِ حَقّ لَه لَیسَ بِرشوۃٍ: یَعنِي فِي حَقّ الدّافع۔ (51)

یعنی، ظالم بادشاہ کواپنے نفس ومال سے ظلم دور کرنے کیلئے یااپنے حق کوحاصل کرنے کیلئے مال دینارِشوت نہیں ہے یعنی دینے والے کے حق میں۔

49۔ فتاوی رضویہ، کتاب السیر، ۱۴/ ۱۳۹

50۔مرقاۃ المفاتیح، کتاب الإمارۃ والقضاء، باب رزق الولاۃ وھدایاھم، ۷/ ۲۹۵

51۔ رد المحتار، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی البیع، تحت قولہ: إذا خاف علی دینہ، ۹/ ۶۹۹

لہٰذا ثابت ہوا کہ اگر نفلی طواف کرنے والے مذکور عمل اختیار کرتے ہیں، تو اُن کے حق میں یہ دھوکہ نہیں ہے کیونکہ مسجد کے صحن میں طواف کرنا اُن کا حق ہے، لہٰذا وہ گنہگار بھی نہیں ہوں گے۔

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

منگل،٤/شعبان المعظم،١٤٤٣ھ۔٨/مارچ،٢٠٢٢م

عین حجرِ اسود کے مقابل نیتِ طواف کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر طواف کی نیت عین حجرِ اسود کے سامنے سے کی، تو کوئی مسئلہ تو نہیں یا پھر تھوڑا پہلے سے کرنا ضروری ہے، برائے کرم رہنمائی فرما کر عند اللہ ماجور ہوں؟

(سائل: مولانا طارق نعیمی، فاضل جامعۃ النّور، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسؤلہ میں بہتر یہ ہے کہ حجرِ اسود سے تھوڑا پہلے کھڑے ہو کر طواف کی نیت کرے پھر حجرِ اسود کے سامنے آئے لیکن اگر کسی نے عین حجرِ اسود کے سامنے کھڑے ہو کر نیت کی، جب بھی دُرست ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ١١٧٤ھ مستحباتِ طواف کے بیان میں لکھتے ہیں:

شروع کردن در طواف قبل از حجر اسود بمقداری که مرور کند جمیع بدن او بر حجر.[52]

یعنی، حجرِ اسود سے اتنا پہلے طواف شروع کرے کہ پورا بدن اُس کے سامنے سے گزر جائے۔

52۔ حیات القلوب، باب سیوم در بیان طواف، فصل دویم در بیان شرائط صحت طواف إلخ، ص١٢٣

اور علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: أنّه يَنوِي الطّوافَ قبلَ الِاستقبَال أنّه يَمرّ بجميعِ بدنِه علَى جَميعِ الحَجرِ، ولهٰذَا قَال فِي اللُّبابِ: ثُمّ يَقفُ مستقبلَ البيتِ بجَانبِ الحَجرِ الأسودِ ممّا يَلِي الرُّكنَ اليَمانيّ، بحيثُ يصِيرُ جميعُ الحَجرِ عَن يمينِه، ويَكونُ مَنكبُه الأيمنُ عندَ طرفِ الحَجرِ فَينوِي الطّوافَ، وهذِه الكَيفيّةُ مستحبّةٌ والنّيّةُ فَرضٌ۔[53]

یعنی، حجرِ اسود کے مقابل ہونے سے پہلے طواف کی نیت کرے تاکہ اُس کا پورا بدن حجرِ اسود کے سامنے سے گزر جائے۔ اِسی وجہ سے "لباب"[54] میں کہا: پھر وہ بیت اللہ شریف کے بالمقابل حجرِ اسود کی اس جانب جو رُکن یمانی کی طرف ہے، کھڑا ہو اس طرح کہ پورا پتھر اُس کی دائیں جانب ہو اور اُس کا دایاں کندھا حجرِ اسود کے کنارے ہو، پس وہ طواف کی نیت کرے۔ اور یہ کیفیت مستحب ہے جبکہ نیت فرض ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الخمیس، ۹/ ذو القعدہ، ۱۴۴۳ھ۔ ۸/ جون، ۲۰۲۲م

بلاعُذر وہیل چیئر پر طواف وسعی کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص بغیر کسی عُذر کے مکمل طواف اور سعی وہیل چیئر پر کرے، تو اُس کیلئے کیا حکم ہے اُس پر دَم لازم ہو گا یا نہیں، اور اگر ہو گا تو ایک ہی دَم لازم ہو گا یا پھر دو دَم لازم ہوں گے؟

53۔ رد المحتار، کتاب الحج، فصل فی الإحرام، مطلب: فی دخول مکة، تحت قوله: فاستقبل الحجر إلخ، ۳/ ۵۷٦

54۔ لباب المناسك، باب دخول مکة زادها الله شرفاً إلخ، فصل فی صفة الشروع فی الطواف، ص۱۰۳

(سائل: عتیق، کلفٹن، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں جب تک وہ میقات کے اندر ہے اُس پر لازم ہے کہ وہ ان دونوں کا پیدل اعادہ کرے اور اعادے کی صورت میں اُس پر کوئی کفّارہ لازم نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ اُس نے واجب چھوڑ کر گناہ کا ارتکاب کیا تھا جس کے لئے اُسے توبہ کرنی ہوگی۔ اور اگر وہ اس کے بغیر میقات سے باہر چلا گیا تو اُس پر دو دَم لازم ہوں گے اور گنہگار بھی ہو گا، کیونکہ اگر کوئی شرعی عُذر نہ ہو تو پیدل طواف وسعی کرنا واجب ہے۔ چنانچہ علامہ شرف الدین ابو حفص عمر بن محمد انصاری عقیلی حنفی متوفی ٥٧٦ھ لکھتے ہیں: ولَو طافَ لعُمرتِهِ محمولاً لِعلّةٍ: لَا يضُرّه وإن كانَ لغَيرِ علّةٍ: أجزَاه وعَليه دَمٌ.(55)

یعنی، اگر کوئی عُذر کی وجہ سے اس حالت میں طواف کرے کہ کوئی اُسے اُٹھائے ہوئے ہو، تو حرج نہیں اور اگر بلاعُذر ہو تو اُس کا طواف ہو جائے گا لیکن اُس پر دَم لازم ہو گا۔

اور شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ١١٧٤ھ لکھتے ہیں: از واجبات مشی بر اقدام است در حق قادر برآن اگرچہ طواف تطوّع باشد پس اگر طواف کرد بر ستورے یا برکتف انسانے یا بطریق زحف اعنی رفتن بر شکم همچو مار یا بر پشت یا پهلو ومانند آن پس اگر بعذر کرده است لازم نباشد چیزے بروے واگر بغیر عذر کرد واجب باشد بروے اعادۂ طواف واگر اعاده نکر، لازم آید دَم بَروے.(56)

یعنی، جو شخص پیدل چلنے پر قادر ہو اُس کیلئے پیدل طواف کرنا واجب ہے اگرچہ نفلی

55۔ المنهاج فی فقه الحنفية، كتاب الحج، باب الطواف، ١/ ٢٨٢، غیر مطبوع
56۔ حیات القلوب، باب سیوم در بیانِ طواف، واجبات طواف، ص١١٩

طواف ہو، لہٰذا اگر کسی نے سواری یا آدمی کے کندھے پر چڑھ کر طواف کیا یا سانپ کی مثل پیٹ کے بَل رینگ کر یا پیٹھ کے بَل یا کروٹ پر یا کسی اور حالت میں طواف کیا اور ایسا اگر عذر کی وجہ سے کیا تو اُس پر کچھ لازم نہیں ہو گا اور اگر بلا عُذر کیا تو اُس طواف کا اعادہ واجب ہو گا اور اعادہ نہ کرنے کی صورت میں اُس پر دَم لازم ہو گا۔

اور آگے لکھتے ہیں: مشی نمودن بر اقدام در حالہ سعی پس اگر سعی کرد بر ستورے یا بر کتف انسانی یا بطریق رفتن بر شکم اگر بغیر عذر ست دم لازم آید واگر بعذر ست چیزے نباشد بروی.[57]

یعنی، پیدل سعی کرنا واجب ہے لہٰذا اگر کسی نے سواری یا آدمی کے کندھے پر چڑھ کر یا پیٹ کے بل رینگ کر بلا عذر سعی کی، تو اُس پر دَم لازم ہو گا اور عذر کے سبب ایسا کرنے پر کچھ بھی لازم نہیں ہو گا۔

اور پیدل چل کر طواف و سعی کے اعادے کی صورت میں دَم ساقط ہو جائیں گے۔ چنانچہ علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ لکھتے ہیں: وَإن طافَ رَاكبًا أو محمولًا، فَإن كانَ لِعُذرٍ مِن مَرَضٍ أو كِبرٍ لَم يَلزمْه شَيءٌ؛ وَإن كانَ لغَيرِ عُذرٍ أعادهُ مَا دامَ بِمكّةَ، فَإن رَجعَ إلَى أهلِه فَعليهِ الدّمُ عِندنَا۔[58]

یعنی، اگر کوئی سوار ہو کر یا اس حالت میں طواف کرے کہ کوئی اُسے اُٹھائے ہوئے ہو تو اگر یہ عذر یعنی بیماری یا بڑی عمر کے سبب ہو تو اُس پر کچھ لازم نہیں ہو گا اور اگر بلا عُذر ہو تو وہ جب تک مکہ مکرمہ میں ہو، اُس کا اعادہ کرے اور اگر وہ بغیر اس کے اپنے وطن لوٹ گیا تو احناف کے نزدیک اُس پر دَم لازم ہو گا۔

57۔ حیات القلوب، باب چهارم در بیانِ سعی، واجبات سعی، ص ۱۵۸
58۔ المبسوط للسرخسی، کتاب المناسک، باب الطواف، ۲/ ٦٧٦

اورامام ابوالفتح عبدالرشیدابن عبدالرزاق ولوالجی حنفی متوفی ۵۴۰ھ اوران کے حوالے سے علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ اوران کے حوالے سے علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:ولَو أعادهُ بعدَ مَا حَلّ وجَامعَ لَم يَلزمهُ دمٌ؛ لِأنّ السّعيَ غَيرُ مُؤقّتٍ فِي نَفسِه إنّمَا الشّرطُ أنْ يَأتِي بِه بعدَ الطّوافِ، وقَد وُجدَ.[و اللّفظ للأوّل والثّانی][59]

یعنی، اگر کسی نے احرام سے نکلنے اور جماع کرنے کے بعد بھی پیدل چل کر سعی کا اعادہ کرلیا، تواُس پر دَم لازم نہیں ہوگا کیونکہ سعی بذاتِ خود غیر مؤقت ہے ہاں یہ شرط ہے کہ طواف کے بعد ہو اور یہ پایا گیا ہے۔

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأحد،٥/ ذو القعده،١٤٤٣ھ،٤/ جون،٢٠٢٢م

﴿رمی﴾

مُفرِد کیلئے رَمی کے بعد قربانی کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ آپ کے فتاویٰ حج وعمرہ حصہ سترہ کے صفحہ ۹۷ پر ہے کہ مُفرِد پر قربانی لازم نہیں، پس اس پر فقط رمی اور حلق کے درمیان ترتیب واجب ہے جبکہ اسی حصہ میں صفحہ ۸۸ پر ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جمرہ عقبہ کی رمی کو قربانی پر مقدم کرنا قارِن اور متمتع کے حق میں واجب ہے اور مُفرِد کے حق میں سنت ہے۔ اب سوال یہ

59۔ الفتاوی الولوالجیۃ،کتاب الحج،الفصل الرابع فی الوصیۃ بالحج وفیما یجب علیہ بترک الطواف...إلخ،١/ ٢٩٤، البحر الرائق،کتاب الحج،باب الجنایات،تحت قولہ:أو ترک السعی أو أفاض من عرفات...إلخ، ٣/ ٤٠،رد المحتار،کتاب الحج،باب الجنایات،تحت قولہ:بلا عذر، ٣/ ٦٦٥۔٦٦٦

ہے کہ ایک عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مفرد کیلئے یومِ نحر میں تینوں اُمور کے درمیان ترتیب قائم رکھنا واجب ہے جبکہ قولِ ثانی کے مطابق سنت معلوم ہوتا ہے، ان دونوں اقوال کے درمیان کس طرح تطبیق ممکن ہے یا پھر قاری نے اس کو اپنی کم عقلی کے سبب غلط سمجھا ہے۔ برائے کرم جواب عطافرما کر ذہن میں پیدا ہونے والے اشکال کو دور فرمادیجئے۔ (سائل: محمد وقار یونس بن محمد یونس، متعلّم: جامعۃ المدینہ، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں بات دراصل یہ ہے کہ اگرچہ مُفرِد بالحج کیلئے قربانی کرنا واجب نہیں، لیکن مستحب ضرور ہے۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: (ثمّ إن كانَ مفْرداً) أي بِالحجّ (يُستحبّ لَه الذّبح) أي مرتّباً (فيذبحُ ويحلقُ) فلَو حلقَ فذبحَ لَا شيء عليهِ.[60]

یعنی، مُفرِد کیلئے مستحب ہے کہ وہ قربانی کرے یعنی ترتیب سے، لہٰذا پہلے وہ قربانی کرے اور پھر حلق، پس اگر اُس نے قربانی سے پہلے سر منڈوایا، تو اُس پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔

اور آگے لکھتے ہیں: (وتقديم الذّبح على الحلقِ واجبٌ عليهما) أي حينئذٍ (ومُستحبّ للمُفردِ) أي مطلقاً.[61]

یعنی، قارِن و متمتع کے حق میں قربانی کو حلق پر مقدم کرنا واجب ہے جبکہ مُفرِد کیلئے مطلقاً مستحب ہے۔

اور امامِ اہلسنت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: قارن و متمتع

60۔لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب مناسك منى، فصل في ذبح الهدى، ص۳۱۸

61۔لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب مناسك منى، فصل في ذبح الهدى، ص۳۱۹

پر (دَمِ شکر) واجب اگرچہ فقیر ہو، اور مفرد کے لیے مستحب اگرچہ غنی ہو۔[62]

لہٰذا معلوم ہوا کہ مُفرِد پر قربانی واجب نہیں، لیکن اُس کیلئے مستحب ضرور ہے کہ وہ پہلے رَمی کرے اور پھر قربانی وغیرہ، پس اگر اُس نے رمی سے پہلے یا حلق کے بعد قربانی کی، تو اُس پر کچھ لازم نہیں ہو گا۔ اور جواب سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ آپ کے ذہن میں پیدا ہونے والا اشکال بجا ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

جمعرات، ۲۱/ جمادی الآخری ۱٤٤۳ھ، ۲٤/ جنوری، ۲۰۲۲م

حائضہ عورت کیلئے رَمی کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حائضہ عورت رمی جمار کے وقت کنکریاں مار سکتی ہے یا نہیں؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں، بڑا کرم ہو گا۔ (سائل: عبد الرحیم، جھارکھنڈ، انڈیا)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: حالتِ حیض میں عورت جمرات پر رَمی کر سکتی ہے کیونکہ اُس کیلئے افعالِ حج سے صرف طوافِ کعبہ ممنوع ہے۔ چنانچہ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵٦ھ اپنی سند کے ساتھ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں: أَنَّهَا قَالَتْ: قَدِمْتُ مَكَّةَ وَأَنَا حَائِضٌ، وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلاَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قَالَتْ: فَشَكَوْتُ ذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «افْعَلِي كَمَا يَفْعَلُ الحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لاَ تَطُوفِي بِالْبَيْتِ حَتَّى تَطْهُرِي»۔[63]

62۔ فتاویٰ رضویہ، کتاب الحج، جنایات، فصل پنجم منیٰ ومزدلفہ وباقی افعال حج، ۱۰/ ۷۵۲

63۔ صحیح البخاری، کتاب الحج، باب تقضی الحائض المناسك كلّها إلّا الطواف

=

یعنی، اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں بحالتِ حیض مکہ مکرمہ آئی اور میں نے طوافِ کعبہ اور سعی نہیں کی، لہٰذا میں نے اس معاملے کو نبی کریم ﷺ سے ذکر کیا، تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: تم سب کچھ ویسے ہی کرو جیسا کہ حاجی کرتا ہے سوائے اس کے کہ تم پاک ہونے تک طوافِ کعبہ مت کرنا۔

اِسی لئے فقہائے کرام نے لکھا کہ رَمی کیلئے طہارت شرط نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں: ولا یُشترَط أن یکونَ الرّامِی علَی حالۃِ طھارۃٍ.[64] ملخصًا

یعنی، رمی کرنے والے کا حالتِ پاکی میں ہونا شرط نہیں ہے۔

اسی لئے فقہائے کرام نے طہارت کو اس کے مستحبات میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ "مستحباتِ رَمی" کے بیان میں لکھتے ہیں: طہارت از حدث اصغر و اکبر.[65]

یعنی، رَمی کرنے والے کا حدثِ اصغر اور حدثِ اکبر سے پاک ہونا مستحب ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ حائضہ عورت جمرات پر کنکریاں مار سکتی ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۹/ صفر، ۱٤٤٤ھ۔ ۵/ ستمبر، ۲۰۲۲م

﴿قربانی﴾

=

إلخ، برقم: ۱، ۱٦٥۰/ ٤۰۷

64۔ لباب المناسک، باب رمی الجمار وأحکامه، فصل فی أحکام الرمی وشرائطه و واجباته، ص۱٦٦

65۔ حیات القلوب، باب دھم در رمی جمار، فصل دویم در بیان شرائط صحت رمی جمار إلخ، ص۲۱٤

حرم میں مرغی ذبح کرنے کا حکم

الاستفتاء: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کہ اگر کسی نے مرغی کو حرم میں تیر مار کر ذبح کیاتو کیا یہ شکار میں شمار نہیں ہو گااور کیااُس پر دَم لازم ہو گا؟(سائلہ :ماریہ عطاریہ،طالبہ: جامعۃ المدینہ،ناظم آباد، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب:صُورتِ مسئولہ میں مذکور عمل شکار شمار نہیں ہو گااور اُس پر کوئی کفارہ لازم نہیں آئے گا۔ چنانچہ امام برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:لَا بأسَ لِلمُحرِمِ أن یَذبحَ الشّاۃَ والبَقرۃَ وَالبَعیرَ وَالدّجاجۃَ (66)

یعنی، مُحرم کیلئے گائے، بکری،اُونٹ اور مرغی ذبح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:(وَیجوزُ لہ) أی للمُحرِمِ وکذَا لمَن ھُوَ فِی الحَرَمِ (ذَبح الإبلِ والبقرِ والغنمِ والدّجاجِ) (67)

یعنی، مُحرم اور حَرم میں موجود شخص کیلئے اُونٹ، گائے، بکری اور مرغ ذبح کرنا جائز ہے۔

اور علامہ عبدالرحمن بن محمد عمادالدین عمادی حنفی متوفی ۱۰۵۱ھ لکھتے

66۔ بدایۃ المبتدی وشرحہ الھدایۃ،کتاب الحج،باب الجنایات،فصل،۱/ ۲۰۶

67۔ لباب المناسک وشرحہ المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط،باب الجنایات وأنواعھا، النوع السادس فی الصید وما یتعلق بہ،فصل فیما لا یجب شیء بقتلہ فی الإحرام والحرم،ص۵۳۶

ہیں: وَیجُوز لَہ ذبحُ الشاۃِ والبَعیرِ والدّجاجِ.[68]

یعنی، مُحرم کیلئے بکری، اُونٹ اور مرغ ذبح کرنا جائز ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: اگر وہ جانور شکار نہ ہو بلکہ پلاؤ (گھریلو) ہو جیسے مرغی، بکری وغیرہ اس کو مُحرم بھی ذبح کر سکتا ہے اور حَرم میں بھی ذبح کر سکتے ہیں۔[69]

کیونکہ اُونٹ، گائے اور مرغی وغیرہا شکار نہیں ہیں۔ چنانچہ امام برہان الدین مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: لأنّ هَذهِ الأشياءَ لَيستْ بصُيودٍ؛ لعَدمِ التّوحّشِ۔[70]

یعنی، کیونکہ یہ جانور وحشی (یعنی جنگلی) نہ ہونے کی وجہ سے شکار نہیں ہیں۔

لہٰذا شخص مذکور پر دَم لازم نہیں ہو گا۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

منگل، ۲۳/ جمادی الأولیٰ، ۱۴۴۳ھ، ۲۷/ دسمبر، ۲۰۲۱م

احرام میں آبی جانور شکار کرنے کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں حالتِ احرام میں آبی جانور کا شکار کرنا کیسا ہے؟ (سائل: سفیان رضا، ممبئی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں مُحرِم آبی جانور کا شکار کر سکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے: اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ... وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا۔[71]

68۔ کتاب المستطاع من الزاد، فصل یحرم علی المحرم صید البر، ص ۸۵

69۔ بہارِ شریعت، ذبح کا بیان، ۳/۱۵/۳۱۵

70۔ الهداية شرح بداية المبتدى، كتاب الحج، باب الجنايات، فصل، ۱/ ۲۰۶

71۔ المآئدۃ: ۵/ ۹۶

ترجمہ، حلال ہے تمہارے لیے دریا کا شکار اور تم پر حرام ہے خشکی کا شکار جب تک تم احرام میں ہو۔(کنز الإیمان)

اس آیہ کریمہ کے تحت علامہ احمد ملاجیون حنفی متوفی ۱۱۳۰ھ لکھتے ہیں: هذِهِ الآيةُ فِي بيانِ حلّيةِ صيدِ البَحرِ و حُرمةِ صيدِ البرّ للمُحرِمِ وهُو المتمسّك بهَا فِي الهِدايَة وغَيرِها.[72]

یعنی، یہ آیتِ کریمہ وہ ہے جو پانی کے شکار کو مُحرِم کیلئے حلال ہونے اور خشکی کے شکار کو اُس پر حرام ہونے کو بیان کرتی ہے اور یہی وہ آیت ہے جس سے صاحبِ ہدایہ وغیرہ نے مذکورہ مسائل کیلئے تمسک کیا ہے۔

اور لکھتے ہیں: فقَولُه تَعالىٰ: أحِلّ لكُم صَيدُ البَحرِ: أى مَا صيد فِي البَحرِ كلّه سَواء كانَ مأكولُ اللّحمِ أو لاَ وهُو الّذى لَا يعِيشُ إلّا فِي الماءِ.[73]

یعنی، اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ تمہارے لئے دریا کا شکار حلال ہے، اس سے مراد وہ تمام جانور ہیں جن کا شکار پانی میں کیا جاتا ہے خواہ اُن کا گوشت کھایا جاتا ہو یا نہیں، اور پانی کے جانور وہ ہوتے ہیں جو پانی ہی میں زندگی بسر کرتے ہیں۔

اور مذکورہ بالا آیت کے تحت صدرالافاضل سیّد محمد نعیم الدین مرادآبادی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: اِس آیت میں یہ مسئلہ بیان فرمایا گیا کہ مُحرِم کے لئے دریا کا شکار حلال ہے اور خشکی کا حرام، دریا کا شکار وہ ہے جس کی پیدائش دریا میں ہو اور خشکی کا وہ جس کی پیدائش خشکی میں ہو۔[74]

72۔ تفسیرات احمدیۃ، سورۃ المائدۃ، ص ۳۷۷

73۔ تفسیرات احمدیۃ، سورۃ المائدۃ، ص ۳۷۷

74۔ خزائن العرفان، سورۃ المائدۃ، تحت الآیۃ: ۹۶

اور علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر حنفی متوفی ۵۹۳ھ اور امام ابو منصور محمد بن مکرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں: صَیدُ البَرِّ مُحَرَّمٌ علَی المُحرمِ وصیدُ البَحرِ حَلالٌ وصَید البرِّ مَا یکونُ تَوالُده ومَثواهُ فِي البَرِّ وصیدُ البَحرِ مَا یکونُ توالُدُه ومثوَاه فِي الْماءِ-[واللفظ للأوّل] (75)

یعنی، پانی کے جانور کو شکار کرنا جائز ہے، پانی کے جانور سے مراد وہ جانور ہے جو پانی میں پیدا ہوا ہو اگرچہ خشکی میں بھی کبھی کبھی رہتا ہو اور خشکی کا جانور وہ ہے جس کی پیدائش خشکی کی ہو اگرچہ پانی میں رہتا ہو۔ (76)

اور علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: (ثمّ البَحری حلالٌ اصطِیاده للحَلالِ والمُحرمِ بجَمیعِ أنواعِه) أي مِن البَهائِمِ (سواءٌ کَان مأکولاً أو غیرَه، کالسّمكِ والضِّفدعِ والسّرَطانِ وکَلبِ الماءِ وغَیرِ ذلكَ). (77)

یعنی، مُحرِم اور غیر مُحرِم دونوں کیلئے پانی کے جانور کو شکار کرنا حلال ہے خواہ اُس کا گوشت کھایا جاتا ہو یا نہیں جیسے مچھلی، مینڈک، کیکڑا، اور پانی کا کتا وغیرہ۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

منگل، ۷/ ذوالقعدة، ۱٤٤۳ھ۔ ٦/ جون، ۲۰۲۲م

مسافر قربانی کر کے مقیم ہو تو قربانی کا حکم

75۔ الهداية شرح بداية المبتدى، كتاب الحج، باب الجنايات، ۱/ ۲۰۲، المسالك فى المناسك، القسم الثانى فى بيان نسك الحج من فرائضه إلخ، باب الجنايات، فصل فى حكم المحرم إذا قتل الصّيد، ۲/ ۷۹٤، ۷۹٥

76۔ بہار شریعت، جرم اوران کے کفارے کا بیان، ۱/ ۶/ ۱۱۷۹

77۔ لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب الجنايات وأنواعها، النوع السادس: فى الصيد وما يتعلق به، ص ٥١٠

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کُتبِ فقہ میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ مسافر حاجی پر بقر عید میں کی جانے والی قربانی واجب نہیں ہوتی ہے، تو پوچھنا یہ ہے کہ اگر کوئی مسافر یہ قربانی کرلے اور پھر وہ ایامِ قربانی گزرنے سے پہلے ہی مقیم ہو جائے جبکہ وہ مالدار ہو، تو کیا اُسے دوبارہ قربانی کرنی ہو گی؟

(سائل: مولانا رضوان ضیائی، فاضل و مدرّس جامعۃ النور، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: صورتِ مسئولہ میں اُس پر قربانی کا اعادہ واجب نہیں ہو گا۔ کیونکہ مسافر اور غریب شخص پر قربانی واجب نہیں ہوتی ہے، پھر بھی اگر یہ دونوں قربانی کریں گے تو ان کی یہ قربانی نفل ہو گی۔ چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا ہے: التّطوّعُ: فأضحيّةُ المُسافرِ والفَقيرِ الّذي لَم يُوجَد مِنهُ النّذرُ بالتّضحيةِ ولَا شراءُ الأضحيّةِ لانْعدامِ سَببِ الوُجوبِ وشَرطِه۔[78]

یعنی، مسافر پر قربانی واجب نہیں اگر مسافر نے قربانی کی یہ تطوّع (نفل) ہے اور فقیر نے اگر نہ منت مانی ہو نہ قربانی کی نیت سے جانور خریدا ہو اوس کا قربانی کرنا بھی تطوّع ہے۔[79]

اور متاخّرین فقہائے کرام کے نزدیک نفلی قربانی کرنے کے بعد دوبارہ قربانی واجب نہیں ہوتی ہے، اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ اس معاملے میں مسافر اور فقیر کا ایک ہی حکم ہے مثلاً اگر کوئی غریب قربانی کرے پھر وہ ایامِ قربانی گزرنے سے پہلے غنی ہو جائے، تو اُس پر دوبارہ قربانی واجب نہیں ہو گی۔ اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ

78۔ الفتاوىٰ الهندية، كتاب الأضحية، الباب الأوّل فى تفسيرها وركنها وصفتها إلخ، ۵/ ۲۹۱

79۔ بہارِ شریعت، قربانی کا بیان، ۳/۱۵/ ۳۳۲

فقہائے احناف کے اس مسئلہ میں دو قول ملتے ہیں ایک یہ کہ اس پر اعادہ واجب ہے دوسرا یہ کہ اعادہ واجب نہیں۔ اور جن فقہائے کرام نے وجوب کا قول کیا ہے تو اس قول کی تصحیح بھی منقول ہے۔ چنانچہ علامہ علاء الدین ابی بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں: ولَو ضحّى فِي أوّل الوقتِ وهُو فقيرٌ، ثمّ أيسرَ فِي آخرِ الوَقتِ فعَليهِ أن يعيدَ الأضحيةَ عندنَا، وقالَ بعضُ مشايخِنا: ليسَ عليهِ الإعادةُ. والصحيحُ هُو الأوّل؛ لأنّه لَمّا أيسرَ فِي آخرِ الوَقتِ تعيّنَ آخرَ الوَقت للوُجوبِ عَليهِ وتبيّنَ أنّ مَا أدّاهُ وهُو فَقيرٌ كانَ تطوعًا فَلا يَنوبُ عنِ الوَاجبِ۔[80]

یعنی، اگر کسی فقیر نے اوّل وقت میں قربانی کرلی پھر وہ آخری وقت میں مالدار ہو گیا تو ہمارے نزدیک اُس پر قربانی کا اعادہ لازم ہے اور بعض فقہائے کرام نے کہا کہ اُس پر اعادہ لازم نہیں، اور پہلا قول صحیح ہے کیونکہ جب وہ آخری وقت میں مالدار ہو گیا تو آخری وقت اُس پر وجوب کیلئے متعین ہو گیا اور ظاہر ہوا کہ جو اُس نے بحالتِ فقر قربانی کی، وہ نفل ہوئی لہٰذا یہ واجب کے قائم مقام نہیں ہو گی۔

اور اس کی صراحت بھی موجود ہے کہ عدمِ وجوب کا قول متاخّرین کا ہے اور پھر عدمِ وجوب کے قول کے بارے میں متاخّرین نے لکھا کہ ہم عدمِ وجوب کے قول کو ہی لیتے ہیں۔ چنانچہ امام ابو المعالی برہان الدین محمود بن احمد بخاری حنفی متوفی ۶۱۶ھ اور علامہ محمد شہاب الدین بن بزار کردری حنفی متوفی ۸۲۷ھ اور ان کے حوالے سے علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

80۔ بدائع الصنائع، کتاب التضحیۃ، فصل فی کیفیۃ الوجوب، ۶/ ۲۸۹

اشْتَرَی الفَقِیرُ فِی أیّامِها شَاۃ لَهَا وضحّی بِهَا ثمّ أیسرَ فِی أیّامِها قَال الخَومِیِنِی عَلیهِ أخْرَی والمُتَأخّرونَ قالُوا لَا وبِه نأخذُ.[واللفظ للکردری][81]

یعنی، فقیر نے ایامِ قربانی میں بکری خریدی اور اُس کی قربانی کر دی پھر وہ ایامِ قربانی میں مالدار ہو گیا تو امام خومینی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اُس پر دوسری قربانی واجب ہو گی جبکہ متاخّرین فقہائے کرام نے فرمایا کہ اُس پر دوسری قربانی واجب نہیں ہو گی اور ہم متاخّرین کے قول کو لیتے ہیں۔

اور بعض نے صرف دونوں قول نقل کرنے پر اکتفاء کیا۔ چنانچہ صدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: ایک شخص فقیر تھا مگر اس نے قربانی کر ڈالی اس کے بعد ابھی وقت قربانی کا باقی تھا کہ غنی ہو گیا تو اوس کو پھر قربانی کرنی چاہیے کہ پہلے جو کی تھی وہ واجب نہ تھی اور اب واجب ہے بعض علماء نے فرمایا کہ وہ پہلی قربانی کافی ہے۔[82]

لہٰذا نفلی قربانی کرنے کے بعد دوبارہ قربانی واجب ہونے یا واجب نہ ہونے کے بارے میں فقہائے کرام کے اقوال مختلف ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اُس پر قربانی کا اعادہ واجب ہو گا اور دوسرے قول کے مطابق اعادہ واجب نہیں ہو گا، اور کتبِ فقہ میں دونوں کی تصحیح مذکور ہے وہ اس طرح کہ وجوب والے قول کے ساتھ لفظِ صحیح مذکور ہے جبکہ عدمِ وجوب والے قول کے ساتھ بہ نأخُذُ ہے اور ایسی صورت میں ترجیح دوسرے قول کو دی جائے گی کیونکہ علمِ رسم الافتاء کی رُو سے بہ نأخُذُ کے کلمات

81۔ المحیط البرھانی،کتاب الأضحیۃ،الفصل التاسع فی المتفرقات،۸/ ۴۸۱، الفتاوی البزّازیۃ علی ھامش الھندیۃ،کتاب الأضحیۃ،الفصل الرابع فی فیما یجوز من الأضحیۃ، ۶/ ۹۷۳، رد المحتار،کتاب الأضحیۃ،تحت قولہ:إلی آخر أیامہ،۹/۵۲۵

82۔ بہار شریعت، قربانی کا بیان،۳/۱۵/۳۳۵

الفاظِ فتویٰ کے برابر شمار ہوتے ہیں۔چنانچہ علامہ شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:فإذَا صرّحوا بلَفظِ الفَتوی فِي قَولٍ عُلمَ أنّه المأخوذُ بِه ويَظهرُ لِي أنّ لفظَ وبِه نأخذُ وعَليهِ العَملُ مُساوٍ للَفظِ الفَتوی۔[83]

یعنی،جب فقہائے کرام کسی قول میں لفظِ فتویٰ کی تصریح فرمائیں تو معلوم ہو جائے گا کہ یہی ماخوذ بہ ہے اور میرے لئے ظاہر ہے کہ "وبِه نأخذُ" اور "عَلَيْهِ العَمَلُ" لفظِ فتویٰ کے مساوی ہیں۔

اور یہ بھی معلوم ہے کہ جب دو مختلف اقوال میں سے کسی ایک قول کے ساتھ لفظِ صحیح ہو اور دوسرے پر الفاظِ فتویٰ میں سے کوئی لفظ ہو تو اس قول کو ترجیح دی جائے گی کہ جس کے ساتھ لفظ فتویٰ ہو۔چنانچہ علامہ شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:إذَا اختلفَ اللّفظُ فإنْ كانَ أحدُهما لَفظ الفَتویٰ فَهو أولیٰ؛ لأنّه لَا يُفتی إلّا بمَا هُو صَحيْح ولَيس كُلّ صَحيح يُفتَی بِه؛ لأنّ الصّحيحَ فِي نفسِه قَد لَا يُفتَی بِه لكَون غَيرِه أوفقُ لتَغيّرِ الزّمانِ ولِلضّرورةِ ونَحو ذلِك، فمَا فِيه لَفظ الفَتویٰ يَتضمّن شَيئينِ أحدُهما: الإذْن بِالفَتویٰ به، والآخرُ صِحّته؛ لأنّ الإفتاءَ بِه تَصحِيح لَه بخلَاف مَا فِيه لَفظ الصّحيحِ أو الأصحّ مَثلاً.[84]

یعنی،جب دو اقوال کی تصحیح کے الفاظ مختلف ہوں،پس اُن میں سے ایک قول لفظِ فتویٰ کے ساتھ ہو،تو وہی اَولیٰ ہو گا کیونکہ جو صحیح نہ ہو اُس پر فتویٰ نہیں دیا جاسکتا ہے اور ہر صحیح پر فتویٰ نہیں دیا جاتا کیونکہ تغیّرِ زمانہ اور ضرورت وغیرہ کے زیادہ موافق ہونے کی وجہ سے بعض اوقات فی نفسہ ہر صحیح قول پر فتویٰ نہیں دیا جاتا،لہٰذا لفظ فتویٰ دو چیزوں

83۔ رد المحتار،مقدمة الكتاب،مطلب:إذا تعارض التصحيح،تحت قوله:آكد من لفظ الصحيح إلخ،ص۱/۱۷۳

84۔شرح عقود رسم المفتی،تحریر ضابطة التصحيح بأمور،ص۱۹۱۔۱۹۲

کو ضمن میں لئے ہوئے ہے اُن میں سے ایک چیز یہ ہے کہ اُس پر فتویٰ دینے کی اجازت ہے اور دوسری چیز اُس کا صحیح ہونا ہے کیونکہ اس پر فتویٰ دینا اُس قول کو صحیح قرار دینا ہے بر خلاف اُس قول کے جس میں مثلاً صحیح یا اصح کے الفاظ موجود ہوں۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ متاخرین کے نزدیک اُس پر دُوسری قربانی واجب نہیں ہوگی بلکہ پہلی کافی ہوگی اور یہی راجح و مفتیٰ بہ قول ہے لیکن اگر وہ اعادہ کرے تو بہتر ہے تاکہ اختلاف سے نکل جائے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الإثنین، ۱۳/ ذو القعدۃ، ۱٤٤۳ھ۔ ۱۳/ جون، ۲۰۲۲م

﴿جنایات﴾

چند پھیروں میں ترکِ اضطباع کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے عمرے کا طواف شروع کیا اور وہ اضطباع کرنا بھول گیا تین چکر طواف کے بعد اب یاد آیا تو اُس نے اضطباع کیا اور طوافِ عمرہ کو از سرِ نو شروع کیا تو اب اُس پر کیا لازم ہوگا؟(سائل: علامہ خرم نوری، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں اُس پر کچھ لازم نہیں ہوگا کیونکہ ہر وہ طواف جو حالتِ احرام میں کیا جائے اور اس کے بعد سعی بھی ہو اُس میں اضطباع سُنّت ہے۔ چنانچہ امام ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ، امام ابوداود سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی متوفی ۲۷۵ھ اور امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن یعلیٰ رضی

اللہ عنہ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ بِالبَيْتِ مُضْطَبِعًا-[واللفظ للترمذی][85]

یعنی، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خانہ کعبہ کا طواف حالتِ اضطباع میں فرمایا ہے۔

اسی لئے فقہائے کرام نے اسے طواف کی سنّتوں میں شمار کیا ہے۔چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ لکھتے ہیں:والاضطباعُ والرّملُ فِي الثّلاثةِ الأوَلِ فِي طوافِ الحجّ والعُمرةِ.[86] ملخصًا

یعنی، حج وعمرہ کے طواف میں اضطباع اور پہلے تین پھیروں میں رمل سنّت ہے۔

اس کے تحت مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:(فِي طَوافِ الحَجّ والعُمرةِ) قيدٌ للاضْطباعِ والرّملِ، لِكونهما مِن سُننِ طوافٍ بعدَه سعيٌ.[87]

یعنی، اضطباع اور رمل حج وعمرہ کے طواف کے ساتھ مقیّد ہیں کیونکہ یہ دونوں اُس طواف کی سُنَن سے ہے جس کے بعد سعی ہو۔

اور یہ طواف کے تمام چکروں میں سنّت ہے۔چنانچہ مُلّا علی قاری اوران کے حوالے سے علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

85۔ سُنَن الدارمي، كتاب المناسك، باب الاضطباع فى الرمل، برقم:۱۸۴۳، ۲/ ۳۹، سُنَن أبي داود، كتاب المناسك، باب الاضطباع فى الطواف، برقم:۱۸۸۳،۲/ ۳۰۴، سُنَن ابن ماجة، كتاب المناسك، باب الاضطباع، برقم:۲۹۵۴،۳/ ۴۴۳، سُنَن الترمذی، كتاب الحج، باب ما جاء أن النبي صلى الله عليه وسلم طاف مضطبعًا، برقم: ۸۵۹، ۲/ ۳۴

86۔ لباب المناسك، باب أنواع الأطوفة وأحكامها، فصل ف سنن الطواف، ص۱۱۷

87۔ المسلك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب أنواع الأطوفة وأحكامها، فصل فى سُنَن الطواف، ص۲۲۵

(والاضطباعُ) أی فِی جمیعِ أشواطِ الطّوافِ الّذی سُنّ فِیه، کمَا صرّح بِه ابنُ الضّیَاء.[واللفظ للأوّل][88]

یعنی، اضطباع اُس طواف کے تمام چکروں میں سنّت ہے جس میں اضطباع مسنون ہے جیسا کہ علامہ ابن ضیاء حنفی نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔[89]

اور شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں: اضطباع در جمیع اشواط طوافے کہ بعد از وی سعی است اگرچہ طواف حجّ باشد یا عمرہ باشد.[90]

یعنی، اُس طواف کے تمام پھیروں میں اضطباع سنّت ہے جس کے بعد سعی کرنی ہو اگرچہ حج یا عمرے کا طواف ہو۔

اور اس کا ترک مکروہ ہے۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی مکروہاتِ طواف کے بیان میں لکھتے ہیں: تَرکُ الرّملِ و الاضطباعِ لمَن عَلیهِ.[91]

یعنی، جس کیلئے اضطباع اور رمل سنّت ہے اُس کیلئے ان دونوں کا ترک مکروہ ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اضطباع اگر ترک کردہ اُورا در بعض اشواط مکروہ باشد.[92] ملخّصًا

88۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب أنواع الأطوفة وأحکامها، فصل فی سنن الطواف، ص۲۲۵، رد المحتار، کتاب الحج، مطلب فی دخول مکة، تحت قوله: قالو إلخ، ۳/ ۵۷۹

89۔ البحر العمیق، الباب العاشر: فی دخول مکة وفی الطواف والسعی، فصل: فی بیان أنواع الأطوفة، سنن الطواف، ۲/ ۱۱۶۸

90۔ حیات القلوب، باب سیوم در بیان طواف، فصل دویم در بیان شرائط صحت طواف، ص۱۲۱

91۔ لباب المناسك، باب أنواع الأطوفة وأحکامها، فصل فی مکروهاته، ص۱۱۹

92۔ حیات القلوب، باب سیوم در بیان طواف، فصل سویم در بیان کیفیة اداء طواف، =

یعنی، اگر کسی چکر میں اضطباع ترک کر دیا تو یہ مکروہ ہے۔

اور کراہت چونکہ سنّت کے مقابلے میں ہے، لہٰذا اِس سے مراد مکروہ تنزیہی ہے۔ چنانچہ علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ اور علامہ سیّد احمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں: (یکرہ) أی تنزیهًا لأنها فِی مقَابلةِ السنّة.[93]

یعنی، کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہے کیونکہ سنّت کے مقابلے میں ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ تین پھیروں میں اضطباع ترک ہونے کی وجہ سے شخص مذکور کا طواف مکروہ طریقے پر ہوا جس کا از سرِ نَو اِعادہ مستحب ہے۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور ملّا علی قاری "مستحباتِ طواف" کے بیان میں لکھتے ہیں: (واستِئنافُ الطّوافِ لَو فعلَه) أی وَلو بعضَه (عَلی وَجهٍ مکروهٍ).[94] ملخصًا

یعنی، اگر مکمل یا بعض طواف مکروہ طریقے پر کیا ہو، تو نئے سرے سے طواف کرنا مستحب ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اگر ادا طواف را بتمامه یا بعض آن را بروجه مکروه زیر انکه مستحب است در هر طوافے که ادا کرده شود او را بروجه مکروه که اعاده نماید آن را بروجه غیر مکروه.[95] ملخصًا

=

ص۱۲۶

93۔ الدر المختار وشرحه حاشية الطحطاوی، کتاب الحج، ۱/ ۴۸۶

94۔ لباب المنسك وشرحه المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب أنواع الأطوفة وأحكامها، فصل فی مستحبات الطواف، ص۲۲۶

95۔ حيات القلوب، باب سیوم در بیان طواف، فصل دویم در بیان شرائط صحت طواف، ص۱۲۴

یعنی، اگر مکمل یا بعض طواف مکروہ طریقے پر کیا ہو تو اُسے از سرِ نو کرنا مستحب ہے کیونکہ ہر وہ طواف جو مکروہ طریقہ پر کیا گیا ہو اُس کا غیر مکروہ طریقے پر اعادہ مستحب ہے۔

اور از سرِ نَو اعادہ اُس نے کر لیا ہے لہٰذا کوئی کفّارہ لازم نہیں ہے بلکہ اعادہ نہ کرتا جب بھی اُس پر کچھ لازم نہیں ہوتا۔ چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی حنفی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں: وتَركُ الرَّملِ فِي طوافِ الحجّ والعُمرةِ لَا يوجبُ شَيئًا غَيرَ أنّه فِيه مُسيءٌ إذَا كانَ لغَيرِ عُذرٍ.[96] ملخّصًا

یعنی، حج اور عمرہ کے طواف میں رَمل ترک کرنے پر کچھ لازم نہیں ہوتا ہے سوائے اس کے کہ وہ بُرا کرنے والا ہوگا جبکہ بلا عُذر ہو۔

اور علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: لَو تركَ الاضْطباعَ والرّملَ لَا شيءَ عليهِ عندَ الجمْهورِ، وعَليه الاجمَاع.[97]

یعنی، اگر کسی نے اضطباع اور رَمل ترک کیا تو اُس پر جمہور فقہائے کرام کے نزدیک کچھ لازم نہیں ہوگا اور اسی پر اجماع ہے۔

والله تعالىٰ أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۳/ محرم الحرام، ۱٤٤٤ھ۔ ۲۲/ اگست، ۲۰۲۲م

قارِن کیلئے عمرے کے بعد حلق کروانے کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حجِ قران کا احرام باندھنے کے بعد حجِ تمتع کی نیّت کرے اور پھر عمرہ کرنے کے بعد سر منڈوالے تو کیا وہ عمرہ کے احرام سے نکل جائے گا اور اُس پر کیا لازم ہوگا؟

96۔ کتاب الأصل، کتاب المناسك، باب الطواف، ۲/ ۳۳٦

97۔ البناية شرح الهداية، كتاب الحج، باب الإحرام، تحت قوله: وهو سنة، ٤/ ١٩٥

(سائل:c/o مفتی شہزاد نعیمی صاحب، کھارادر، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں وہ احرام سے نہیں نکلے گا اور اُس پر دودَم لازم ہوں گے کیونکہ یہ جنایت احرام ہے اور وہ جس طرح عمرہ کے احرام میں ہے اسی طرح حج کے احرام میں بھی ہے یہی وجہ کہ اُس پر دودَم لازم ہوں گے۔ چنانچہ امام برہان الدین ابو المعالی محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ بخاری حنفی متوفی ۶۱۶ھ اور ان کے حوالے سے امام فرید الدین عالم بن علاء دہلوی حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں: فِی المنتقٰی: ابْن سَمَاعة عَن مُحمدٍ رحمَه اللهُ تعالیٰ فِی قَارِنٍ طافَ، وسَعی لعُمرتِه، ثمّ حلقَ رأسَه، فعَليه دَمانِ، وَهذا لأنّ العمرةَ فِی حقّ القارنِ يَبقی للحجّ فما دامَ إحرَام الحَجّ باقيًا لَا يتحلّل عَن إحرامِ العُمرةِ وإن أتی بأفعالِها، فكانَ الحَلق جِنايَة عَلی إحرامَينِ. [واللفظ للأوّل][98]

یعنی، "منتقیٰ" میں ہے کہ ابن سماعہ، امام محمد علیہ الرحمہ سے اُس قارِن کے بارے میں روایت کرتے ہیں جو عمرے کا طواف اور سعی کرکے سر منڈوالے تو اُس پر دودَم لازم ہوں گے اور یہ اس وجہ سے کہ قارِن کے حق میں حج کی وجہ سے عمرہ باقی ہوتا ہے لہٰذا جب حج کا احرام باقی ہے تو وہ عمرے کے احرام سے باہر نہیں ہوگا اگرچہ وہ افعالِ عمرہ ادا کرلے، پس حلق کی وجہ سے جنایت دو احراموں پر واقع ہوگی۔

اور علامہ شمس الدین ابو العباس احمد بن ابراہیم حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں: لَا يَتحلّل القَارنُ بعدَ فعلِ العُمرةِ بحَلقٍ ولَا تَقصيرٍ، سَواء كَان معَه هَدی أو

98۔ المحیط البرهانی، کتاب المناسك، الفصل التاسع فی القارن، ۳/ ۴۵۸
الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الحج، الفصل التاسع فی القارن، ۳/ ۶۲۰

لَم يَكن، وعندَ الظَّاهرِيةِ يجبُ عَليهِ التّحلّلُ إذَا لَم يكنْ مَعه هدْى، وإنَّما يَتحلّل عندَ أهلِ العلمِ يومَ النّحرِ.[99]

یعنی، قارن افعالِ عمرہ ادا کرنے کے بعد حلق یا تقصیر کے ذریعے احرام سے باہر نہیں ہو گا چاہے اُس کے ساتھ ہدی کا جانور ہو یا نہ ہو، اور غیر مقلّدین کے نزدیک اُس پر احرام سے نکلنا واجب ہے جبکہ اُس کے ساتھ ہدی کا جانور نہ ہو[100] اور اہلِ علم کے نزدیک وہ دسویں ذوالحجہ کو احرام سے باہر آئے گا۔

اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں: لَا يتحلّل بينَهما بالحَلق فَلو حلقَ كانَ جنَاية عَلى الإحرامينِ، أمّا عَلى إحرامِ الحَجّ فظاهِر لأنّ أوانَ التّحللِ فِيه يَوم النّحرِ، وأمّا عَلى إحرامِ العُمرةِ فكذلكَ لأنّ أوانَ تحلّلِ القارنِ يَوم النّحر كمَا صرّح بِه الإمامُ محمّد. قَال الشّارحُ: و يؤيّده أنّ المتمتعَ إذا ساقَ الهديَ وفرغَ مِن أفعالِ العُمرةِ وحلقَ يجبُ عليهِ الدّم ولَا يتحلّل بذلكَ مِن عُمرتِه بَل يكونُ جنَاية عَلى إحرامِها مَع أنّه ليسَ مُحرِمًا بالحجّ فَهذا أولىٰ.[101]

یعنی، قارن حج و عمرہ کے درمیان سر نہ منڈائے ورنہ جنایت دو احراموں پر واقع ہو گی، احرامِ حج پر تو ظاہر ہے کیونکہ حج میں احرام سے باہر آنے کا وقت یومِ نحر ہے اور عمرے پر جنایت کا معاملہ بھی اسی طرح ہے کیونکہ قارن کے احرام سے باہر آنے کا وقت یومِ نحر ہے جیسا کہ امام محمد علیہ الرحمہ اس کی تصریح فرمائی ہے

99۔ الغاية في شرح الهداية، كتاب الحج، باب القران، تحت قوله: و يسعى بعده للعمرة كما في المفرد، ۹/ ٦١

100۔ المحلّى لابن حزم، كتاب الحج، مسألة: من له أهلٌ حاضر و المسجد الحرام، ص۷٦۹،

101۔ البحر الرائق، كتاب الحج، باب القران، تحت قوله: و يطواف و يسعى لها ثم يحج كما مر، ۲/ ٦٢۹، ٦۳۰

[102]، شارح نے کہا: اوراس کی تائید اس مسئلے کی ذریعے ہوتی ہے کہ جب متمتع ہدی کا جانور لائے اور افعالِ عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حلق کروائے تو اُس پر دَم واجب ہوتا ہے اور وہ اس کے ذریعے اپنے احرامِ عمرہ سے باہر نہیں آتا بلکہ عمرے کے احرام پر جنایت واقع ہوتی ہے حالانکہ اُس نے حج کا احرام نہیں باندھا ہوتا ہے، لہٰذا یہاں بدرجہ اَولیٰ احرامِ عمرہ پر جنایت واقع ہوگی۔

اوران ہی کے حوالے سے علامہ عبدالحمید سائی متوفی ۱۲۲۰ھ لکھتے ہیں: يَطوف للعُمرةِ أوّلًا، ثمّ يسْعى لهَا، وَ لَا يحلقُ، فلَو حلقَ كانَ جنايَة عَلى الإحرامينِ، لَم يحلّ بحلقِه مِن عمرتِه، ولزمَه دمانِ؛ لجنايتِه عَلى الإحرَامينِ.[103]

یعنی، قارِن پہلے طوافِ عمرہ کرے پھر عمرے کی سعی کرے اور سر نہ منڈوائے ورنہ اس کے سبب دو احراموں پر جنایت واقع ہوگی، لیکن وہ حلق کی وجہ سے احرامِ عمرہ سے نہیں نکلے گا اوراس پر دو دَم لازم ہوں گے کیونکہ جنایت دو احراموں پر واقع ہوئی ہے۔

اورجب اُس نے حج قران کا احرام باندھ لیاہے تو اب یہ حج تمتع کی نیت کرنے سے تبدیل نہیں ہوگا۔ چنانچہ شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں: چُون صحیح گشت احرام لازم گردد مُضی دروَی وممکن نباشد خُروج ازوَی مگر باداء اعمال عبادتی که شروع نموده است دروی اگرچه اِفساد کرده است احرام بجماع اِلّا در سه مسئله. یکے آنکه فائت گردد حجّ بفوات وُقوفِ عرفات که آن گاه بیرون آید از احرام سابق باداء اعمال عمره. دو یم آنکه احصار کرده شُد محرم را بعد از

102۔ کتاب الأصل، کتاب المناسك، باب الطواف، ۲/ ۳۲۶
103۔ الفتاوی الإقناعیة، کتاب الحج، ۱/ ۲۹۰

احرام حج یا عمره بسبب حبسِ سلطان یا بسبب مرض یا حدوث خوف در طریق که در ین صورت ها بیرون آید از احرام سابق بذبح هدی که بفرستدآن را بدست وکیل خود بسوی حرم تاذبح کند اُو را وکیل بطریق نیابت ازوَی در حرم وما ذُبح در غیر حرم پس فائده ندارد نزد ما خلافًا للشافعی. سیوم آنکه جمع کرده باشد در احرام واحد دو نُسُك مُتّحده را چنانکه دو حج یا دو عمره یا جمع نمود باشد دو نُسُك مختلفه را اعنی حج وعمره را بطریق غیر مشروع چنانچه جمع کرد مکی یا میقاتی بین النُّسُکَین المختلِفَین که در ین مسائل واجب باشد برمحرم رفض احدُ النُّسُکَین و بیرون آید از احرام آن بمجرد نیت رفض در بعض صور و برشروع در اعمال در بعض صور دیگر چنانکه تفصیل آن مذکور سب در کُتُب مُطوّله.(104)

یعنی، صحتِ احرام کے بعد اُسے مکمل کرنالازم ہو جاتا ہے لہٰذا جس عبادت کیلئے احرام باندھا ہے جب تک اُس کے اعمال ادانہ کرلے احرام سے باہر نکلنا ممکن نہیں اگرچہ اُس نے جماع کرکے احرام کوفاسد کردیاہو۔ سوائے تین صورتوں میں اعمال کی ادائیگی کے بغیر بھی احرام سے نکل سکتاہے۔ پہلی صورت یہ ہے کہ وقوفِ عرفہ نہ کرسکنے کی وجہ سے حج فوت ہو گیاہو، اُس وقت حج کے احرام سے افعالِ عمرہ کرکے باہر آسکتاہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مُحرم کوحج یاعمرے کااحرام باندھنے کے بعد بادشاہ کے قید کردینے یا بیماری کے لاحق ہوجانے یا راستے کے پُرخطر ہوجانے کے سبب احصار پیش آجائے۔ اس صورت میں وہ احرام سے جب ہی باہر ہوسکتاہے کہ کسی کواس بات کاوکیل بنائے کہ وہ اُس کی طرف سے سرزمینِ حرم پر جانور کی قربانی کرے اور ہمارے نزدیک

104۔ حیات القلوب،باب اوّل در بیان احرام،فصل دهم در بیان کیفیت خروج از احرام،ص۱۰۱۔۱۰۲

غیر حرم میں ذبح کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے برخلاف امام شافعی علیہ الرحمہ کے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ ایک ہی احرام میں ایک جیسی دو عبادات کو جمع کرلے مثلاً دو حج یا دو عمرے کا ایک ساتھ ہی احرام باندھے یا دو مختلف عبادات یعنی حج وعمرہ کا غیر مشروع طریقے پر احرام باندھے جیسے مکی یا میقاتی حج قران کا احرام باندھ لے تو ان صورتوں میں مُحرم پر واجب ہے کہ وہ دونوں میں سے کسی ایک کے احرام کو چھوڑ دے اور بعض صورتوں میں تو احرام چھوڑنے کی نیت کرتے ہی احرام سے باہر ہو جائے گا اور بعض صورتوں میں افعال ادا کرنے کے بعد احرام سے نکلے گا، ان کی تفصیل بڑی کتابوں میں مذکور ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الجمعۃ، ۲۹/ محرم الحرام، ۱٤٤٤ھ۔ ۲۵/ اگست، ۲۰۲۲م

سعی سے پہلے حلق کے بعد سلے کپڑے پہننے کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مُحرِم نے طواف کرنے کے بعد سعی کیے بغیر حلق کروالیا اور پھر احرام اتار کر سلے ہوئے کپڑے پہن لئے تو اُس پر کیا لازم ہوگا؟

(سائل: ابو الحسن محمد بلال نعیمی، فاضل جامعۃ النور، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں اُس پر توبہ اور ایک دَم واجب ہے اور سعی اب بھی اُس کے ذمہ باقی ہے لہٰذا اسے ادا کرے اور اب سعی کیلئے احرام لازم نہیں ہے۔ چنانچہ ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: لَو طافَ ثمّ حلقَ ثمّ سَعی صحّ سَعیه، وعلیهِ دمٌ لتحلّله قبلَ وقتِهِ وسبقِهِ عَلی أداءِ واجبِه.(105)

105۔ المسلك المتقسط فی المنسك، باب السعی بین الصفا والمروۃ، فصل فی شرائط صحۃ السعی، تحت قوله: سعی العمرۃ فلا یشترط فیه وجودہ، ص۲٤۸

یعنی، اگر کوئی طوافِ عمرہ اور حلق کے بعد سعی کرے تو اُس کی سعی درست ہو گی اور اُس پر قبل از وقت احرام سے نکلنے اور واجب کی ادائیگی پر سبقت لے جانے کی وجہ سے ایک دَم واجب ہو گا۔

اور آگے لکھتے ہیں: یجبُ أن لَا یحلّ بحَلقٍ أو تقصیرٍ حَتی یَسعی بینَهما، فإنّه لَو خالفَه یجبُ علیهِ دمٌ ولَا یسقطُ عَنه السَّعیُ اتفاقًا.(106)
یعنی، عمرہ کرنے والے پر واجب ہے کہ وہ سعی کئے بغیر حلق یا تقصیر کے ذریعے احرام سے باہر نہ ہو، پس اگر اس کے بر خلاف کیا تو اُس پر دَم واجب ہو گا اور اُس سے سعی بالاتفاق ساقط نہیں ہو گی۔

اور شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں: اگر حلق کرد بعد الطواف قبل السعی لازم آید دم بروے بسبب ترک واجب.(107)
یعنی، اگر کسی نے طوافِ عمرہ کے بعد سعی سے پہلے حلق کیا تو اُس پر ترکِ واجب کی وجہ سے دَم لازم ہو گا۔

اور سعی سے قبل سلے ہوئے کپڑے پہننے کی وجہ سے اُس پر کچھ لازم نہیں ہے کیونکہ طواف کے بعد حلق کے ذریعے وہ احرام سے باہر ہو گیا تھا۔ چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: وقت صحت حلق در عمرہ پس ابتداء او بعد

106۔ المسلك المتقسط فی المنسك، باب السعی بین الصفا والمروۃ، فصل فی شرائط صحۃ السعی، تحت قوله: نعم، ص۲۴۸

107۔ حیات القلوب، باب هشتم در منی، فصل هشتم در بیان زمان حلق ومکان، ص۲۰۸

اتیان اکثر اشواط طواف عمرہ است پس اگر حلق کرد معتمر قبل از اکثر طواف معتبر نباشد وحلال نشود از احرام.[108]

یعنی، عمرے میں حلق صحیح ہونے کاوقت اکثر طوافِ عمرہ کرنے کے بعد ہوتا ہے پس اگر کسی نے اکثر طوافِ عمرہ سے قبل حلق کیاتویہ معتبر نہیں ہوگااور نہ ہی وہ اس کے ذریعے احرام سے باہر ہوگا۔

لہٰذا معلوم ہوااُس نے حلق اس وقت کیاتھاجب حلق درست ہوجاتاہے اس لئے حلق کے بعد سعی سے قبل سلے کپڑے اوردیگر ممنوعاتِ احرام اُس کیلئے ممنوع نہ رہے تھے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأربعاء،٢٤/ صفر المظفر،١٤٤٤ھ۔٢٠/ ستمبر،٢٠٢٢م

﴿حج بدل﴾

والدین کی طرف سے بلاوصیت حج بدل کاحکم

الإستفتاء: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ میرے والدین حج پر جانے کاارادہ رکھتے تھے لیکن کرونا کے باعث حج پرروانگی نہیں ہوسکی اوراُسی سال میرے والد صاحب کاانتقال ہوگیا، معلوم کرنے پرپتاچلاکہ حج بدل کرواناہوگاواضح رہے کہ والدین نے انتقال سے پہلے حج بدل کی وصیت نہیں کی تھی۔(سائل:نعیم، گارڈن، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں ورثاء پراپنے والدین کی طرف

108۔ حیات القلوب،باب ھشتم در منی،فصل ھشتم در بیان زمان حلق ومکان، ص٢٠٧۔٢٠٨

سے حج بدل کروانا لازم نہیں ہے کیونکہ اُنہوں نے وفات سے قبل وصیّت نہیں کی ہے، لیکن وارثین کروانا چاہیں تو عند اللہ ماجور رہوں گے اور اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی طرف سے حج قبول فرمالے اور اُس پر سے فرض حج کو ساقط فرمادے یاد رہے کہ جس پر حج فرض ہو جائے اور وہ حج ادا نہ کرے اور حج کی وصیت کئے بغیر فوت ہو جائے تو وہ عند اللہ گنہگار ہوتا ہے کیونکہ حدیث شریف میں ایسے شخص کے لئے وعید آئی ہے۔

چنانچہ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اپنی سند کے ساتھ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسلَّم: " مَنْ مَلَكَ زَادًا وَرَاحِلَةً تُبَلِّغُهُ إِلَى بَيْتِ اللهِ وَلَمْ يَحُجَّ فَلَا عَلَيْهِ أَنْ يَمُوتَ يَهُودِيًّا، أَوْ نَصْرَانِيًّا "۔[109]

یعنی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے پاس سفر حج کا سامان اور سواری ہو جو اسے خانہ کعبہ تک پہنچادے پھر وہ حج نہ کرے تو چاہے وہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر۔

اور اگر ایسے شخص کی جانب سے اس کا وارث خود حج کرے یا کروائے تو فقہائے کرام نے اسے جائز قرار دیا ہے اور اُمید کی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرنے والے کی طرف سے اسے قبول فرمالے۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ اور ملّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں اور ان کے حوالے سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: (وإنْ لَم يوصِ بِه) أي بالإحجاج (فحجّ) أيْ الوَارِث (بنفسِه) أي عَنه (أو أحجّ عَنه غيرَه جازَ) أي ذلِك التّبرُّع أو الحجُّ أوِ الإحجاجُ أوْ مَا ذكر جميعه، والمعَنى: جازَ عَن حجّةِ الإسلامِ إن شَاء الله

109۔سُنَن الترمذی، کتاب الحج، باب ما جاء فی التغلیظ فی ترك الحج، برقم: ۸۱۲، ۲/ ۵

تعالیٰ، کما قَال فی "الکبیرِ". ملخّصاً[واللفظ للسّندی وللقاری][110]
یعنی، اگر میت نے حج بدل کروانے کی وصیّت نہ کی تھی، لیکن اُس کے وارث نے اُس کی طرف سے حج کیا یا دوسرے سے کروایا تو یہ جائز ہے یعنی یہ تبرُّع یا حج کرنا یا کروانا، یا مذکورہ تمام صورتیں، اور معنی یہ ہے کہ ان شاءاللہ فرض حج ادا ہو جائے گا جیسا کہ "کبیر"[111] میں فرمایا ہے۔

اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا ہے: لَا یجوزُ حجّ الغَیرِ عَنه بغَیرِ أمرِه إلّا الوَارِث یحجّ عَن مُورثِه بغَیرِ أمرِه فإنّه یجزِیه.[112]
یعنی، کسی کی اجازت کے بغیر اُس کی طرف سے حج بدل ادا نہیں ہو گا مگر وارث کہ وہ اپنے مُورِث کی طرف سے بغیر اُس کی اجازت کے حج کرے تو ادا ہو جائے گا۔

اسی بنا پر فقہائے کرام نے بھی ایسے شخص کو گناہگار لکھا ہے۔ چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا ہے: مَن علَیه الحجّ إذا ماتَ قبلَ أدائِه فإن ماتَ عنْ غَیرِ وصیّةٍ یأثمُ بلَا خلافٍ.[113]
یعنی، جس پر حج فرض ہو اور وہ اُسے ادا کرنے سے پہلے بغیر وصیت کئے فوت ہو جائے تو وہ بغیر کسی اختلاف کے گنہگار ہو گا اور اگر اُس شخص کا وارث اپنے مُورِث کی طرف

110۔لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط،باب الحج عن الغیر،فصل فی شرائط جواز الإحجاج والنیابة عن حجة الإسلام،ص ٦١٣۔٦١٤، رد المحتار،کتاب الحج،باب الحج عن الغیر، مطلب: فی الفرق بین العبادة والقربة والطاعة،تحت قوله:إلّا إذا حج أو أحج الوارث، ١٩/٤

111۔مجامع المناسك،باب الحج عن الغیر،فصل فی شرائط الجواز،ص٥٣٧

112۔الفتاوی الهندیة،کتاب المناسك،الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر، ١/ ٢٥٧

113۔الفتاوی الهندیة،کتاب المناسك،الباب الخامس عشر فی الوصیة بالحج، ١/ ٢٥٨

سے حج کرنا چاہے تو کرے اوران شاء اللہ اُمید ہے کہ فرض حج ادا ہو جائے گا، ایسا ہی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذکر فرمایا ہے۔

اور امام اہلسنت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: یہ حج بامر مجوع عنہ ہو بلا اجازت دوسرے کی طرف سے حج کافی نہ ہو گا مگر جبکہ وارث اپنے مُورث کی طرف سے حج کرے یا کرائے لقیامه مقامه خلافة۔(114)

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: جس پر حج فرض ہے اور نہ ادا کیا نہ وصیت کی تو بالاجماع گنہگار ہے، اگر وارث اُس کی طرف سے حجِ بدل کرانا چاہے تو کرا سکتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اُمید ہے کہ ادا ہو جائے اور اگر وصیّت کر گیا تو تہائی مال سے کرایا جائے اگرچہ اُس نے وصیّت میں تہائی کی قید نہ لگائی۔ مثلاً یہ کہہ مرا کہ میری طرف سے حج بدل کرایا جائے۔(115)

اور حج بدل کیلئے کسی ایسے شخص کو بھیجنا بہتر ہے جس نے پہلے خود فرض حج ادا کیا ہو۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور ملّا علی قاری لکھتے ہیں: (ولَا يُشترَط لجَوازِ الإحجاجِ أن يكونَ الحاجُّ المأمورُ قَد حجّ عَن نفسِه) أى عندَنا وعندَ مالكٍ (فَيجوزُ حجّ الصَّرُورة) بفَتحِ الصّادِ المهملةِ وضمّ الرّاء الأولى: وهُو الّذى لم يحجّ عَن نفسِه (إلّا أنّ الأفضلَ) كَما قَال فى البدائع (أن يكُون قَد حجّ عنْ نفسِه) أى للخُروج عَن الخلافِ الّذى هُو مستحبٌ بالإجماع، ولأنّه بالحجّ عَن غيرِه يصيرُ تاركاً لإسقاطِ الفرضِ عَن نفسِه، فيتمكّن فى هذا الإحجاج ضربُ كراهةٍ، ولأنّه أعرفُ بالمناسكِ فكانَ أفضل. قَال ابنُ الهمّام: أن حجّ الصّرورة عَن غيرِه إن

114۔ فتاوی رضویہ، کتاب الحج، حج بدل، ۱۰/ ۶۶۰

115۔ بہار شریعت، حج بدل کا بیان، ۱/ ۶/ ۱۲۰۶

كان بعدَ تحقّق الوجوبِ عليه بملكِ الزّادِ والراحلةِ والصّحةِ، فهو مكرُوه كراهةَ تحريم. ملخصاً[116]

یعنی، ہمارے اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حج بدل کے جواز کیلئے یہ شرط نہیں ہے کہ جسے بھیجا جائے اُس نے اپنی طرف سے حج کیا ہو، لہٰذا جس نے خود حج نہیں کیا ہے اُسے بھیجنے سے بھی حج بدل ہو جائے گا لیکن بہتر یہ ہے کہ حج بدل کیلئے ایسا شخص بھیجا جائے جو خود فرض حج ادا کر چکا ہو، جیسا کہ "بدائع الصنائع"[117] میں ہے یعنی اختلاف سے نکلنے کیلئے اور یہ بالاجماع مستحب ہے، اور اس لئے کہ جب وہ دوسرے کی طرف سے حج کرے گا تو وہ اپنی طرف سے فرض کے ساقط کرنے کو چھوڑنے والا ہو جائے گا، لہٰذا اُس کے ذریعے حج کروانے میں ایک طرح کی کراہت پیدا ہو جائے گی، اور اس لئے کہ جس نے پہلے خود حج کیا ہو گا وہ مناسکِ حج کو زیادہ جاننے والا ہو گا، لہٰذا حج بدل کیلئے وہی افضل ہے اور علامہ ابن ہمام علیہ الرحمہ نے فرمایا[118] کہ جس پر خود حج فرض ہو اُسے حج بدل کیلئے بھیجنا مکروہ تحریمی ہے۔

اور صدر الشریعہ لکھتے ہیں: بہتر یہ ہے کہ حج بدل کے لیے ایسا شخص بھیجا جائے جو خود حجۃ الاسلام (حج فرض) ادا کر چکا ہو اور اگر ایسے کو بھیجا جس نے خود نہیں کیا ہے، جب بھی حج بدل ہو جائے گا۔ اور اگر خود اُس پر حج فرض ہو اور ادا نہ کیا ہو تو اسے بھیجنا مکروہِ تحریمی ہے۔[119]

116۔لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط، باب الحج عن الغير، فصل في شرائط جواز الإحجاج والنيابة عن حجة الإسلام، ص ٦٣٧. ٦٣٩

117۔بدائع الصنائع، كتاب الحج، فصل في التعرض لنبات الحرم، ٣/ ٢٧٤

118۔فتح القدير، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، ٣/ ٧٩

119۔بہار شریعت، حج بدل کا بیان، ١/ ٦/ ١٢٠٣۔١٢٠٤

والله تعالیٰ أعلم بالصواب

ہفتہ،۸/ شعبان المعظم،۱٤٤۳ھ۔۱۱/ مارچ،۲۰۲۲م

اپنے وطن کے علاوہ سے حج بدل کروانے کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جو کہ ہالینڈ یا یو کے میں رہتا ہے اُس پر حج فرض ہے، وہ خود حج کرنے سے عاجز ہے اب وہ چاہتا ہے کہ کسی سے اپنا حج بدل کروائے تو کیا وہ پاکستان سے کسی کو حج بدل کیلئے بھیج سکتا ہے؟ واضح رہے کہ یو کے، یورپ کی بنسبت پاکستان سے کسی کو بھیجنا آسان اور اخراجات بھی کم ہوتے ہیں۔ (سائل: حاجی عبد الحبیب عطاری، کراچی)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صُورتِ مسئولہ میں مذکور شخص فرض حج کی ادائیگی کیلئے پاکستان میں رہنے والے کسی فرد کو حج بدل کیلئے بھیج سکتا ہے اُس پر لازم نہیں کہ وہ ہالینڈ یا یو کے سے ہی کسی شخص کو حج کیلئے بھیجے کیونکہ حج بدل کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ زندہ شخص کہ جس پر حج فرض ہو اور وہ حج کرنے سے عاجز ہو کسی کو خرچہ دے کر حج بدل کے طور پر بھیجے اور دوسرا وہ کہ جس پر حج فرض ہوا اور وہ کسی وجہ سے حج ادا نہ کر سکا اور مرنے سے قبل اُس نے حجِ بدل کی وصیت کر دی تو اُس کی طرف سے کسی شخص کو مرنے والے کے ترکہ سے خرچہ دے کر حجِ بدل کے طور پر بھیجا جائے۔ فقہائے کرام نے جب حجِ بدل کے احکام اور اس کی شرطیں بیان کیں تو ان کی اکثریت نے مجموعی طور پر اُس کے احکام وشرائط کو ذکر کیا اور بعض نے دونوں قسموں کو علیحدہ ذکر کیا جیسا کہ "فتاویٰ ہندیہ"[120] اور "البحر العمیق"[121] وغیرہما میں اِسی طرح ہے اور مجموعی

120۔ کتاب المناسک،۲۵۷/ ۲٦۰

121۔ البحر العمیق،الباب الثامن فی الحج عن الغیر،۳/ ۲۲۳۹-۲۳۹۳

طور پر حج بدل کی جن شرائط کو ذکر کیا گیا ہے اُن کی تعداد بیس ہے جیسا کہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۳ھ نے "لباب المناسک"[122] میں بیس شرطیں ذکر کی ہیں۔ اور علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے ان الفاظ سے اِس کا ذکر کیا کہ:

وَأوصلهَا فِي "اللّبابِ" إلَى عِشرينَ شَرطًا۔[123]

یعنی، "لباب المناسک" میں حج بدل کی شرائط کو بیس تک پہنچایا ہے۔

اور "در مختار" کا حاشیہ لکھنے والوں میں سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ نے "ردالمحتار"[124] میں اور علامہ محمد طاہر سنبل مکی حنفی متوفی ۱۲۱۸ھ نے "حاشیہ ضیاء الابصار علی منسک الدرالمختار"[125] میں "لباب المناسک" کے حوالے سے ان شرائط کو نقل کیا ہے۔ اوران بیس شرطوں میں سے کچھ کا تعلق حج بدل کی دونوں قسموں (یعنی زندہ شخص کی طرف سے کئے جانے والے حج بدل اور میت کی طرف سے کئے جانے والے حج بدل) کے ساتھ ہے اور کچھ کا تعلق صرف میت کی طرف سے ادا کئے جانے والے حج بدل کے ساتھ ہے۔ اِسی لئے مفتی و قاضیٔ مکہ علامہ ابوالبقاء محمد بن احمد ابن ضیاء مکی حنفی متوفی ۸۵۴ھ نے حج بدل کے عنوان کو دو فصلوں میں تقسیم کیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں: البَابُ الثّامنُ عشرَ: فِي الحجّ عَن الغيرِ وفيهِ فصلانِ: الأوّل:فِي الحجّ عَن الحيّ العاجزِ، والثّاني: فِي الحجّ عَن الميّت الّذي فاتَه الحجّ فِي

122۔ لباب المناسك،باب الحج عن الغير،ص٢٦٦-٢٧٠

123۔ الدر المختار،كتاب الحج،باب الحج عن الغير،تحت قوله:الوارث عن مورثه، ص١٧٣

124۔ رد المحتار،كتاب الحج،مطلب: شروط الحج عن الغير عشرون،باب الحج عن الغير،تحت قوله:وأوصلها في اللباب إلى عشرين شرطاً،٤/ ٢٠-٢١

125۔ حاشية ضياء الأبصار على منسك الدر المختار،كتاب الحج،باب الحج عن الغير، ص٣٠٤

عمرہ.[126] ملخصاً

یعنی، اٹھارواں باب حج بدل کے بارے میں ہے اور اس میں دو فصلیں ہیں پہلی فصل زندہ عاجز شخص کی طرف سے حج بدل کے بارے میں ہے اور دُوسری فصل اُس میت کی طرف سے حج بدل کے بارے میں ہے کہ جس کا حج کرنا اُس کی زندگی میں رہ گیا ہو۔

اور انہوں نے وطن سے حج بدل کرنے والے مسئلہ کو اُس فصل میں ذکر کیا ہے جو میت کی طرف سے حج بدل کرنے سے متعلق ہے اور میت کی طرف سے اُس کے وطن سے حج بدل بھی خاص صورتوں میں لازم ہے ورنہ اگر مرنے والا اپنی طرف سے حج بدل کروانے کی جگہ کو بیان کر گیا تھا تو اُس کی بیان کردہ جگہ سے حج کروانا لازم ہوگا۔ چنانچہ علامہ محمد بن عبداللہ تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ اور علامہ علاء الدین حصکفی حنفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: (فَإِن فُسّر المالُ) أو المكانُ (فَالأمرُ عَليهِ) أي عَلى مَا فَسّرهُ۔[127]

یعنی، اگر میت نے مال یا مکان کی وضاحت کر دی تو امر اُسی کے مطابق ہوگا جو اُس نے تفسیر بیان کی تھی۔

اس کے تحت علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ اور ان کے حوالے سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ نقل کرتے ہیں: إِن فَسّر المَكانَ يَحجّ عَنهُ مِنهُ۔[128]

126۔ البحر العمیق، الباب الثامن عشر فی الحج عن الغیر، ٤/ ٢٢٣٩

127۔ تنویر الأبصار وشرحه الدر المختار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، ص ١٧٣

128۔ رد المحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، مطلب: فی حج الصرورة، تحت قوله: فالأمر علیه، ٤/ ٢٧، حاشیة الطحطاوی، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، تحت قوله: فالامر علیه، ١/ ٥٥٠

یعنی، اگر میت نے جگہ بتائی تھی تو اُس کی طرف سے حج وہیں سے کیا جائے گا۔

اور امام حسین ابن محمد حنفی متوفی ۷۴۶ھ لکھتے ہیں: أمّا إذا بيّن فإنه يحج عنه من الموضع الّذين بيّن فيه.(129)

یعنی، میت نے جگہ بتادی ہو تو وہیں سے حج کیا جائے گا جہاں سے اُس نے بتایا ہے۔

اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا ہے: وَإِن أوصَى أن يَحجّ عَنهُ مِن مَوضعٍ، كَذا مِن غَيرِ بَلدِه؛ يَحجّ عَنهُ مِن ثُلثِ مالِه مِن ذلكَ المَوضعِ الّذِي بَيّن، قرُب مِن مَكّة أو بعُد عَنها- هكَذا فِي البَدائِع-(130)

یعنی، اور اگر اُس نے کسی جگہ سے حج کرنے کی وصیت کی ہو اسی طرح اپنے وطن کے علاوہ سے تو اُس کے تہائی مال میں سے وہیں سے حج کرایا جائے جہاں سے اُس نے بیان کیا ہے خواہ وہ موضع مکہ سے قریب ہو یا بعید، اِسی طرح "بدائع الصنائع"(131) میں ہے۔

اور اگر مرنے والے نے جگہ نہیں بتائی تھی مطلق وصیت کی تھی تو پھر اُس کے شہر سے حج کروانا لازم ہوگا۔ چنانچہ علامہ ابن ضیاء حنفی میت کی طرف سے حج بدل کے بارے میں لکھتے ہیں: ومِنها أن يحجّ مِن بلدِه الّذى يسكنُه؛ لأنّ الحجّ مَفرُوض عَليه مِن بَلدِه: فمُطلق الوصيّة تنصَرف إليهِ.(132)

یعنی، حج بدل کی شرائط میں سے ہے کہ اُس کے شہر سے ہی حج کیا جائے کیونکہ حج اُس

129۔ خزانة المفتين، كتاب الحج، ق ۹۵/ الف. ب، مخطوط مصوّر

130۔ الفتاوىٰ الهندية، كتاب المناسك، الباب الخامس عشر فى الوصية بالحج، ۱/ ۲۵۹

131۔ بدائع الصنائع، كتاب الحج، ۳/ ۲۹۴

132۔ البحر العميق، الباب الثامن عشر فى الحج عن الغير، الفصل الثانى عن الميت الّذى فاته الحج فى عمره، ۴/ ۲۳۶۶

پر اپنے شہر سے کرنا فرض تھالہٰذا مطلق وصیت اِسی کی طرف پھیری جائے گی۔

اور علامہ تمرتاشی اور علامہ حصکفی لکھتے ہیں:(وإلّا فيَحجّ) عَنهُ (مِن بَلدِه) قِياسًا لَا استِحسانًا۔[133]

یعنی، اگر میت نے جگہ نہیں بتائی تھی بطورِ قیاس اُس کے شہر سے حج کیا جائے گا نہ کہ استحساناً۔

اور قیاس امامِ اعظم علیہ الرحمہ کا قول ہے اور استحسان صاحبین کا قول ہے اور امامِ اعظم کا قول ہی مختار ہے اسی کو مُتون میں ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:(قَولهُ: قِياسًا لَا استِحسانًا) الأوّلُ قَولُ الإمامِ، وَالثّانِي قَولهمَا، وأخّر دَليلَهُ فِي الهِدايَة فيَحتمِل أنّهُ مُختَارٌ لهُ، لِأنّ المَأخوذَ بِه فِي عَامّةِ الصّورِ الِاستِحسَانُ عِنايَةٌ، وقَوّاهُ فِي المِعرَاجِ، لَكنّ المُتونَ عَلى الأوّلِ، وَذكرَ تَصحِيحهُ العلّامةُ قَاسمٌ فِي كتابِ الوَصايَا فهُو مِمّا قُدّم فيهِ القِياسُ علَى الِاستِحسَانِ۔[134]

یعنی، پہلا قول امام اعظم علیہ الرحمہ کا ہے جبکہ دوسرا قول صاحبین کا ہے۔ اور "ہدایہ"[135] میں صاحبین کی دلیل کو بعد میں ذکر کیا ہے تو یہ احتمال موجود ہے کہ ان کے نزدیک صاحبین کا قول مختار ہو کیونکہ اکثر صورتوں میں وہ جسے اپناتے ہیں وہ استحسان

133۔ تنویر الأبصار وشرحه الدر المختار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، ص۱۷۳

134۔ رد المحتار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، مطلب: العمل علی القیاس دون الاستحسان هنا، ٤/ ۲۷

135۔ الهدایة شرح بدایة المبتدی، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، ۱/ ۲۱۸

ہوتا ہے "عنایہ"[136] اور "المعراج"[137] میں اسے قوی قرار دیا ہے لیکن مُتون اوّل قول پر ہیں۔ علامہ قاسم نے "کتاب الوصایا"[138] میں اس کی تصحیح کا ذکر کیا ہے۔ پس یہ ان مسائل میں سے ہے جن میں قیاس استحسان پر مقدم ہوتا ہے۔

اور علامہ قاسم کی عبارت یہ ہے: وعَلى هذَا إذَا ماتَ الحاجّ عَن غيرِهِ فِي الطّريقِ حجّ عنِ الميّتِ مِن بلدِهِ عندَه، والصّحيحُ قَوله، واختارَه المحبوبي والنّسفي وصَدر الشّريعةِ وغَيرهمْ.[139]

یعنی، جب دوسرے کی طرف سے حج بدل کرنے والا راستے میں فوت ہو جائے تو ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک میت کی طرف سے حج بدل اُس کے شہر سے کیا جائے گا اور صحیح قول امام اعظم علیہ الرحمہ کا ہے اور اسے امام نسفی[140] اور صدر الشریعہ[141] وغیرہ نے اختیار کیا ہے۔

اور یہ بھی اُس صورت میں ہے کہ جب میت کا ایک تہائی مال اس کے وطن سے حج کروانے کو کفایت کرے۔ چنانچہ علامہ ابن الضیاء حنفی لکھتے ہیں: هذَا إذَا كانَ ثُلثُ مالِهِ يكفِي لذلكَ، أمّا إذَا كانَ لَا يكفِي فمِن حيثُ يبلغُ.[142]

136۔ العناية شرح الهداية،كتاب الحج،باب الحج عن الغير،تحت قوله:ولأبي حنيفة أن قسمة الوصيّ إلخ،٢/ ٢٠٠

137۔ معراج الدراية،كتاب الحج،باب الحج عن الغير،١/ ٣٥٣/ ب،مخطوط مصوّر

138۔ التصحيح والترجيح على مختصر القدوري،كتاب الوصايا،تحت قوله:ومن خرج من بلده حاجاً إلخ،ص٤٦٧

139۔ التصحيح والترجيح،كتاب الوصايا،تحت قوله:ومن خرج من بلده حاجاً إلخ،ص٤٦٧

140۔ كنز الدقائق،كتاب الحج،باب الحج عن الغير،ص٢٤٨

141۔ شرح الوقاية،كتاب الحج،باب الإحصار والحج عن الغير والهدى، ٢/ ٦٥٩

142۔ البحر العميق،الباب الثامن عشر فى الحج عن الغير،الفصل الثانى عن الميت الّذى =

یعنی، یہ اُس وقت ہے جبکہ اُس کا تہائی مال اس کیلئے کافی ہو لیکن جب کافی نہ ہو تو جہاں سے ہو سکتا ہو وہیں سے کیا جائے۔

اور اگر وطن سے حج کروانے کا خرچہ اُس کے ایک تہائی مال سے زیادہ ہو تو پھر وہاں سے حج کروایا جائے گا جہاں سے ایک تہائی مال سے حج ہو سکتا ہو۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی اور مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:(أن يُحجّ عَنه مِن وطنِه إن اتّسعَ الثّلث) أى ثُلث مالِ الميّت (وإن لَم يتسعْ) أى الثّلثُ (يحجّ عنْه مِن حيثُ يبلغُ) أى استِحساناً.[143]

یعنی، میت کی طرف سے حج اُس کے وطن سے کیا جائے جبکہ اُس کے ایک تہائی مال سے حج ہو سکتا ہو ورنہ جہاں سے حج ہو سکتا ہو وہیں سے کروایا جائے۔

اور امام ظہیر الدین ابو بکر محمد بن احمد حنفی متوفی ۶۱۹ھ لکھتے ہیں:لَو أوصى بأن يحجّ عنه إنْ كانَ ثلثُ مالِه يبلغُ الحجّ مِن وطنِه يحجّ عَنه وإن كانَ لَا يبلغُ يحجّ عَنه مِن المَوضعِ الّذى يبلغُ ولَو كانَ ثُلثُ مالِه يبلُغ الحجّ ماشياً مِن وطنِه ومِن موضعِ آخَرَ يبلغُ رَاكباً فإنّه يحجّ عَنهُ رَاكباً مِن حيثُ يبلغُ هكذَا رُوى عَن محمدٍ رحمَه اللهُ.[144]

یعنی، اگر میت نے اپنے حج بدل کی وصیّت کی ہو تو اگر اُس کا تہائی مال اتنا ہو کہ اُس کے وطن سے حج ہو سکے تو اُس کی طرف سے حج کیا جائے اور اگر اتنا نہ ہو کہ جس سے حج ہو سکے تو اُس

=
فاتہ الحج فی عمرہ،٤/ ٢٣٦٦

143۔ لباب المناسك وشرحه المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط،باب الحج عن الغير،فصل فی شرائط جواز الإحجاج والنيابة عن حجة الإسلام،ص٦٢٠

144۔ الفتاویٰ الظهيرية،كتاب الحج،الفصل السادس فی الوصية بالحج والأمر به، ١/ ٧٢/ ب،٧٣/ الف،مخطوط مصوّر

مقام سے حج کیاجائے جہاں سے ہوسکے اور اگر اُس کا تہائی مال اتنا ہو کہ اُس کے وطن سے پیدل حج ہوسکے اور دوسرے مقام سے سوار ہو کر تو اُس کی جانب سے سواری پر حج کیاجائے جو حج کرنے پہنچادے اِسی طرح امام محمد علیہ الرحمہ سے مروی ہے۔

اور امام حسین ابن محمد حنفی متوفی ۷۴۶ھ لکھتے ہیں: ولَو أوصى بأن يحجّ عَنهُ وإن كانَ ثلثُ مالِه يبلغُ الحجّ مِن وطنِه يحجّ عَنه مِن وطنِه وإنْ كانَ لَا يبلغُ يحجّه عَنه مِن الموضعِ الّذى يبلغُ ولَو كانَ ثلثُ مالِه يبلغُ الحجّ مَاشياً مِن وَطنه ومِن موضعٍ آخَر يبلغُ رَاكباً فإنّه يحجّ عنهُ رَاكباً مِن حيثُ يبلغُ.(145)

یعنی، اگر کسی نے وصیّت کی کہ اُس کی طرف سے حج کیاجائے تو اگر اُس کا تہائی مال اتنا ہو کہ اُس کے وطن سے حج ہوسکے تو اُس کے وطن ہی سے کیاجائے اور اگر اتنا نہ ہو کہ اُس کے وطن سے پیدل چل کر حج کرنے پہنچاجائے لیکن دوسری جگہ سے وہ سوار ہو کر پہنچ سکتا ہو تو وہیں سے سوار ہو کر اُس کی طرف سے حج کیاجائے۔

اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا ہے: فَإن لَم يُبيّن مَكانًا يَحجّ عَن مِن وَطنِه عِندَ عُلمائِنا، وهذَا إذا كانَ ثُلثُ مَالِه يَكفِي لِلحَجّ مِن وطَنِهِ فَأمّا إذَا كَانَ لَا يَكفِي لِذلكَ فإنّه يَحجّ عَنهُ مِن حَيثُ يُمكِن الإحجاجُ عَنهُ بِثلُثِ مالِه، كَذا في الُمحيطِ۔(146)

یعنی، پس اگر حج بدل کا حکم دینے والے نے مکان معیّن نہ کیا ہو تو اُس کی طرف سے حج بدل اُس کے وطن سے کیاجائے اور یہ اُس وقت ہے کہ جب اُس کا تہائی مال اُس کے وطن سے حج کیلئے کافی ہو لیکن اگر کافی نہ ہو تو اُس کی جانب سے جہاں سے تہائی مال

145۔ خزانة المفتين، كتاب الحج، ق ٩٥/ الف.ب، مخطوط مصوّر

146۔ الفتاویٰ الهندية، كتاب المناسك، الباب الخامس عشر في الوصية بالحج، ١/ ٢٥٩

کے ذریعے حج کرنا ممکن ہو وہاں سے حج کیا جائے اِسی طرح "محیط"[147] میں ہے۔

اور اگر اُس کے چھوڑے ہوئے مال کی ایک تہائی سے مکہ مکرمہ کے علاوہ کہیں سے بھی حج نہ کروایا جاسکتا ہو تو فقہائے کرام نے لکھا کہ پھر وہیں سے حج کروایا جائے۔ چنانچہ مُلّا علی قاری لکھتے ہیں: وإلّا فبأدْنی شیء یمکنُ أن یحجّ عَنه مِن مکّۃ.[148]

یعنی، اور اگر کسی طرح ممکن نہ ہو اُس کی طرف سے حج بدل مکہ ہی سے کروایا جائے۔

اور فقیہ حسین بن محمد سعید مکی حنفی متوفی ۱۳۶۶ھ لکھتے ہیں: قوله: (مِن حَیث یبلغُ): أقولُ: فِیه أنّه لَو کانَ ثلثُه لَا یسعُ إلّا بأن یُحجّ مِن مکّۃ فظاهرُه جوازُ ذلكَ.[149]

یعنی، جہاں سے حج ہوسکے میں کہتا ہوں کہ اس میں ہے کہ یہ اُس وقت ہے جبکہ میت کے مال کا تہائی حج کی وسعت رکھتا ہو ورنہ مکہ ہی سے حج کیا جائے پس اس کا ظاہر اس کا جواز ہے۔

اسی طرح مرنے والا اگر مال کی ایک مخصوص مقدار بیان کر جائے اور اس مال سے مرنے والے کے وطن سے حج ادا نہ کیا جاسکے تو حج بدل وہاں سے کروایا جائے گا جہاں سے حج ادا ہوسکے۔ چنانچہ مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں: وکَذا الحُکم إذا أوصی أن یحجّ عَنه بمالِه، وسمّی مبلغَه، فإنّه إن کَان یبلغُ أن یُحجّ عَنه مِن بلدِه حجّ عَنه مِنه، وإلّا فمِن حیثُ یبلغُ.[150]

147۔ المحیط البرھانی، کتاب المناسك، الفصل السادس عشر: الوصیة بالحج، ۳/ ۴۸۰

148۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الحج عن الغیر، فصل فی شرائط جواز الإحجاج والنیابة عن حجة الإسلام، تحت قوله: من مکان بطلت الوصیة، ص ۶۲۰

149۔ إرشاد الساری علی المنسك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الحج عن الغیر، فصل فی شرائط جواز الإحجاج والنیابة عن حجة الإسلام، ص ۶۲۰

150۔ المسلك المتقسط فی المنسك المتوسط، باب الحج عن الغیر، فصل فی شرائط جواز

=

یعنی،اسی طرح حکم ہے جب کوئی یہ وصیت کرے کہ میرے مال سے حج کیا جائے اور اس کی رقم بیان کردے تو اگر اس سے حج ہو سکتا ہو تو اس کی طرف سے اس کے شہر سے حج کیا جائے ورنہ جہاں سے ہو سکتا ہو۔

لیکن آفاقی کی طرف سے حج بدل میں حج کا میقات سے ہونا شرط قرار دیا گیا ہے جیسا کہ آئندہ سطور میں مذکور ہو گا تو اس صورت میں مذکور شخص کا حج بدل مکہ مکرمہ سے کیسے دُرست ہو گا تو اس کے جواب میں فقیہ حسین بن محمد سعید مکی لکھتے ہیں: فلَو أحرمَ المأمورُ مِن مكّة لَا يصِحّ، وإطْلاق المتنِ هُنا يقتضِي الجَواز، ولَم أر مَن تعرّض لذلكَ. ويمكنُ أن يجابَ عَنه بأن ذلكَ عندَ الإطلاقِ، وأمّا عندَ التّعيينِ فلَا، كما سَيصرّح بِه الشّيخُ رحمَه اللهُ بقولِه: ولَو أوصىٰ بأن يحجّ عَنه مِن غَير بلدِه يحجّ عَنه كما أوْصى، وأمّا حالة الإطلاقِ فيشكلُ. قالَه الشّيخُ حَنيف الدّين المرْشدِي فِي شرحِه. أقولُ: يمكنُ أن يجابَ بأنّ وُجوبَ كونِه مِن ميقاتِ الآمرِ عندَ اتّساعِ الثُّلثِ، أمّا عندَ ضيقِه عَنه فلَا يجبُ ذلكَ وإنْ أطلقَ، واللهُ أعلَم. كذَا أفادَه العلّامة يَحى الحُباب[151]، واللهُ أعلَم اهـ تَعليقُ الشّيخ عبدُ الحقّ. أقُول: وهذَا بَحث مُهمّ يَنبغِي حفظُه،فإنّي رأيتُ كثيراً مِن الجهلاءِ، يَمنعون إخراجَ البَدلِ مِن مكّة مَع قلّةِ النّفقةِ.[152]

یعنی،اگر مامور نے مکہ مکرمہ سے احرام باندھا تو یہ درست نہیں جبکہ متن کا اِطلاق جواز

=
الإحجاج والنيابة عن حجة الإسلام،تحت قوله:من مكان بطلت الوصية،ص ٦٢٠

151۔ حاشية الحباب على شرح لباب المناسك، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، ق ١٤٧/ الف، مخطوط، مصوّر

152۔ إرشاد الساري على المنسك المتقسط في المنسك المتوسط،باب الحج عن الغير،فصل في شرائط جواز الإحجاج والنيابة عن حجة الإسلام،تحت قوله:من حيث يبلغ،ص ٦٢٠

کا تقاضہ کرتا ہے اور میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے اس وجہ سے اختلاف کیا ہو اور ممکن ہے کہ اس کا یہ جواب دیا جائے کہ یہ حکم مطلق حج بدل کی وصیت کی صورت میں ہے لیکن اگر میت نے جگہ بتائی ہو تو پھر کوئی حرج نہیں جیسا کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ عنقریب اس کی تصریح اپنے اس قول کے ذریعے کریں گے کہ اگر کسی نے اپنے شہر کے علاوہ سے حج بدل کی وصیت کی ہو تو اُس کی طرف سے وہیں سے حج کیا جائے جیسے اُس نے وصیت کی ہو بہر حال مطلق ہونے کی صورت میں اشکال پیدا ہوتا ہے، اور اس کے بارے میں شیخ حنیف الدین مرشدی علیہ الرحمہ نے اپنی شرح میں کہا کہ میں کہتا ہوں کہ آمر کی میقات سے حج بدل کرنے کا وُجوب ثُلث مال کی وسعت کے وقت ہے اور تہائی سے کم مال ہونے کی صورت میں اُس کے شہر سے حج بدل کروانا واجب نہیں اگرچہ اس نے مطلق وصیت کی ہو، واللہ اعلم۔ اسی طرح اسے علامہ یحیٰ حباب نے بیان کیا ہے، واللہ اعلم۔ اس پر شیخ عبد الحق فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں اور یہ ایک اہم بحث ہے جس کو یاد رکھنا چاہیے۔ پس میں نے بہت سے جاہلوں کو دیکھا ہے کہ وہ خرچہ کی کمی کے باوجود بھی مکہ سے حج بدل کرنے کو منع کرتے ہیں۔

کیونکہ مقصد میت سے فرض کو ساقط کرنا ہے۔ چنانچہ علامہ شامی نقل کرتے ہیں(:سئلَ) فِی رَجلٍ أوصی بأن یحجّ عَنه ولَم یُفسّر مَالاً ولَا مکاناً ومَات عَن ورثۃٍ وتَرکۃ ثلثِها لَا یفِی بالحجّ عَنه مِن بَلدِہ والورثَۃ لَا یُجیزونَ الزّیادۃَ علَی الثُّلث فھَل یحجّ عَنه مِن حیثُ یبلغُ (الجَوابُ) یحجّ عَنه مِن حیثُ یبلغُ ثلثُ ترکتِه استِحساناً، لأن قصدَہ اسقَاط الفَرضِ عَنه فإذَا لَم یَکن عَلی الکَمالِ فبقدرُ الإمکَانُ کمَا فِی التنویرِ والبَحر والمُختارِ ووصَایا

الهدايةِ والمُلتقى وغيرِها.[153]

یعنی،ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جس نے یہ وصیت کی تھی کہ اُس کی طرف سے حج کیا جائے اوراُس نے مال اور جگہ کو نہیں بتایا تھااور فوت ہو گیااور اُس کا ترکہ تہائی مال ہے کہ جو اُس کے شہر سے حج بدل کیلئے کافی نہیں ہے اورورثاء ایک تہائی سے زائد مال کے ذریعے حج بدل کروانے کی اجازت نہیں دے رہیں تو کیا اُس کی طرف وہاں سے حج کر سکتے ہیں جہاں سے ایک تہائی مال کے ذریعے حج بدل ہو سکے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اُس کی طرف سے وہیں سے حج کیا جائے جہاں سے اُس کے تہائی مال کے ذریعے حج بدل ہو سکتا ہو اور یہ استحساناً ہے کیونکہ مقصد میت سے فرض کو ساقط کرنا ہے پس جب کامل طور پر نہیں ہو سکتا تو جس قدر ممکن ہو حج بدل کیا جائے جیسا کہ "تنویر الابصار"[154]، "بحر الرائق"[155]، "مختار"[156] اور "وصایا ہدایہ"[157] اور "ملتقی الابحر"[158] وغیرہ میں ہے۔

اور ہمارا مسئلہ زندہ عاجز شخص کے بارے میں ہے، جو اپنے وطن کے بجائے دُوسری جگہ سے حج بدل کروانا چاہتا ہے اور مندرجہ بالا سطور میں حج بدل کی وصیت کر کے فوت ہونے والے شخص کا حج بدل کرنے اور کروانے والے کے احکام ذکر

153۔ تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب الحج، ١/ ١٢

154۔ الدر المختار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، تحت قوله: حج من منزل آمره بثلث ما بقي، ص ١٧٤

155۔ البحر الرائق، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، تحت قوله: فإن مات في طريقه يحج إلخ، ٣/ ١١٩

156۔ المختار الفتوىٰ، كتاب الحج، فصل في المحرم، ص ٩١

157۔ بداية المبتدى، كتاب الوصايا، باب العتق في مرض الموت، ٢/ ٥٢٩

158۔ ملتقى الأبحر، كتاب الوصايا، باب العتق في المرض، ص ٦٨٠

کرنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ وطن سے حج کی شرط مطلق نہیں ہے صرف اُس حاجی کے لئے ہے کہ جس پر حج فرض تھا اور وہ ادا نہ کر سکا اور مطلق وصیت کر کے فوت ہو گیا اور اُس نے جگہ کا تعین بھی نہیں کیا اور آپ نے پڑھا کہ ایسے شخص کا حج بدل دُرست ہونے کے لئے وطن سے حج کروانے کی لازمی شرط نہیں کیونکہ اس کے لئے بھی بعض صورتیں ایسی ہیں کہ جن میں وطن سے حج بدل نہ کروایا گیا تو بھی حج فرض ادا ہو جائے گا۔

باقی آفاقی شخص کے حج بدل کے لئے حج کا آفاق سے ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ فقیہ حسین بن محمد سعید مکی لکھتے ہیں: لٰكِنْ مِنْ جُمْلَةِ الشُّرُوطِ عَلَى مَا سْتَقَفُ عَلَيهِ أنّ ميقاتَ الآمرِ شَرط لجوازِ ذٰلكَ.[159]

یعنی، لیکن اُن تمام حج بدل کی شرائط میں سے ہے جس پر تو واقف ہوا کہ آمر کی میقات اس کے جواز کیلئے شرط ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ سندھی نے میقات سے احرام کو حج بدل کی دسویں شرط لکھا ہے اور علامہ شامی نے بارہویں شرط لکھا ہے۔

اور امامِ اہلسنت امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: محجوج عنہ جب اہلِ آفاق سے ہو تو لازم ہے کہ اس کی طرف سے حج آفاقی کیا جائے اگر اس نے حج کو بھیجا اس نے عمرہ کا احرام باندھا بعد عمرہ موسم میں مکہ معظمہ سے احرامِ حج باندھا اس کی طرف سے حج نہ ہو گا کہ یہ حج مکی ہوا نہ آفاقی، ہاں اگر قریب حج میقات کی طرف نکل کر احرامِ حج میقات سے باندھے تو جائز ہے کہ حج آفاقی ہوا نہ مکی۔[160]

159۔ إرشاد الساری علی المنسک المتقسط فی المنسک المتوسط، باب الحج عن الغیر، فصل فی شرائط جواز الإحجاج والنیابة عن حجة الإسلام، تحت قوله: من حیث یبلغ، ص ٦٢٠

160۔ فتاویٰ رضویہ، کتاب الحج، حج بدل، ۱۰/ ٦٦٠

اوردوسری جگہ لکھتے ہیں:قَولہ: فرَاجعه: الّذی اسْتقرّ عَليهِ ثمّ كلَامه أنّ اللّازمَ جعلَه حجّته آفاقِية، ففِي الصّورة المذكورةِ لَا يجوزُ لكونِ حجّتِه مكّية، أمّا إذا قصدَ مكانًا داخلِ الميقَات فدخلَ "مكّة" بلَا إحرامِ لصيرورتِه مِيقاتياً، وأقامَ واعتمرَ، أو لَم يَعتمرْ حتّى إذَا جَاء الحَجّ خرجَ إلَى الميقَاتِ فأحرمَ مِنه جازَ لكونِ الحجّ آفاقيًا وإن لَم يقعْ السّفر الأوّل للحَجّ خالِصاً.[161]

یعنی، جس مقام پر وہ رہتا ہو پھر ان کا کلام کہ یہ لازم ہے اُس کی طرف سے حج آفاقی کیا جائے لہٰذا صورتِ مذکورہ میں حج بدل ادا نہیں ہو گا کیونکہ اُس کا حج مکی ہو گا بہر حال جب وہ میقات کے اندر داخل ہونے کا قصد کرے پھر وہ مکہ میں خود کے میقاتی ہونے کی وجہ سے بلا احرام داخل ہو اور وہاں ٹھہرے اور خواہ عمرہ کرے یا نہ کرے یہاں تک کہ جب حج کا وقت آئے تو میقات سے باہر نکل کر احرامِ حج باندھے تو یہ جائز ہے کیونکہ اس کا حج آفاقی ہو گیا اور اگرچہ پہلا سفر خالص حج کے واسطے نہ ہو۔

اور میقات سے احرام اگرچہ واجباتِ حج میں سے ہے نہ کہ شرائطِ حج سے مگر اس صورت میں ماموربالحج آمر کے حکم کی مخالفت کرنے والا قرار پاتا ہے۔

چنانچہ فقیہ حسین بن محمد سعید مکی حنفی نقل کرتے ہیں:فإنّ المُستفادَ مِن كلَامِ "الفَتح" فِي بيانِ المُخالفةِ أنّ الأمرَ بِالحجّ تضمّنَ السّفرَ لَه ووُقوع إحرامِه مِن ميقَاتِ أهلِ الآفاقِ، فإحرامُه للحجّ مِن مكّة مُخالِف لأمرِ الآمرِ اهـ داملَا أخُون جَان.[162]

161۔ جد الممتار على رد المحتار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب شروط الحج عن الغير عشرون، ۳/ ۳٤٧

162۔ إرشاد الساري على المنسك المتقسط فى المنسك المتوسط، باب الحج عن الغير، فصل فى شرائط جواز الإحجاج والنيابة عن حجة الإسلام، تحت قوله: كما أوصى قرب أو =

یعنی، پس صاحبِ فتح القدیر کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ یہ حکم دینے والے کی مخالفت کے سبب ہے کیونکہ حج کا حکم دے کر اس نے اپنی طرف سے سفر کا اُسے ضامن بنایا ہے اور اُس کا احرام آفاقیوں کی میقات سے واقع ہو گا لہٰذا حج بدل کرنے والا جب مکہ سے احرام باندھے گا تو وہ آمر کے حکم کی مخالفت کرنے والا ہو گا "داملا اخون جان"۔

اس لئے فقہائے کرام نے لکھا کہ اس صورت میں بھیجنے والے کی طرف سے حج ادا نہ ہو گا۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی اور ملّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:
(العَاشر: أن يحرمَ مِن الميقَاتِ فلَو اعتمرَ وقَد أمرَه بالحجّ ثمّ حجَ مِن عامِه مِن مكّة لَا يجوزُ و يضمّن) أي قَولهم جَميعاً، ولَا يجوزُ ذلِك عَن حجّةِ الإسلامِ، لأنّه مأمورٌ بحجّة ميقاتيةٍ، كَذافِي "الكَبيرِ"۔[163]

یعنی، دسویں شرط یہ ہے کہ حج بدل کرنے والا میقات سے احرام باندھے پس اگر اس نے عمرہ کیا جبکہ اُسے حج کا حکم دیا گیا ہے اور پھر اُسی مکہ سے حج کیا تو حج بدل ادا نہیں ہو گا اور وہ تمام فقہائے کرام کے نزدیک ضامن ہو گا اور نہ ہی اس سے فرض حج ادا ہو گا کیونکہ اُسے میقاتی حج کرنے کا حکم دیا گیا تھا، اسی طرح "منسک کبیر"[164] میں ہے۔

یہاں بھی حج کروانے والے کے حکم کی مخالفت پائی گئی۔ چنانچہ مُلّا علی قاری لکھتے ہیں: حيثُ يكُون مُخالفاً إذْ صَرف سفرِه المأمور بِه للحجّ الفرض إلَى

=
بعد، ص ٦٢٣

163۔ المسلك المتقسط في المنسك المتوسط، باب الحج عن الغير، فصل في شرائط جواز الإحجاج والنيابة عن حجة الإسلام، ص ٦٢٢

164۔ مجامع المناسك، باب الحج عن الغير، فصل في شرائط جواز الإحجاج والنيابة عن حجة الإسلام، ص ٥٤٥

الْعُمرةِ.[165]

یعنی، کیونکہ مامور فرض حج کے سفر کو عمرے کی طرف پھیرنے کی وجہ سے آمر کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والا ہو گا۔

اور یہ سب اس صورت میں ہے جب حج بدل کروانے والا زندہ ہو یا فوت ہو جانے والے کی وصیت مطلق ہو اور اس کے ترکہ کا ایک تہائی یا اس کے مال کی متعیّن کردہ مقدار وطن سے حج کو کفایت کرتی ہو ورنہ سقوطِ فرض کو مدّ نظر رکھا جائے گا جیسا کہ ذکر کردہ عباراتِ فقہاء سے ظاہر ہے اور یہ بات علم المناسک میں مہارت رکھنے والے پر مخفی نہیں ہے۔ اور فقیر نے اس مسئلہ کو حل کرنے کی سعی کی ہے اگر حق ہے تو من جانب اللہ ہے اور اگر خطا ہے تو اس حقیر کی طرف سے ہے۔

هذا ما ظهر لي في هذا الباب والله تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم الأحد،٢٦/ ذو القعدة،١٤٤٣هـ.٢٦/ جون،٢٠٢٢م

﴿متفرق﴾

حکومت کی طرف سے حج سبسڈی لینے کا حکم

الإستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حجاجِ کرام کو حکومت کی طرف سے سبسڈی کی صورت میں جو سہولت دی جاتی ہے، اُسے لینا جائز ہے یا نہیں؟(سائل:c/o مولانا خرم نوری، فاضل ومدرّس جامعۃ النور، کراچی)

باسمه تعالیٰ وتقدس الجواب: حجاجِ کرام کو اس رعایت اور سہولت سے فائدہ اُٹھانے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ اُن کیلئے حکومت کی طرف سے نیکی پر تعاون اور

165۔ المسلك المتقسط في المنسك المتوسط،باب الحج عن الغير،فصل في شرائط جواز الإحجاج والنيابة عن حجة الإسلام،تحت قوله:فلو اعتمر وقد أمره بالحج...إلخ، ص٦٢٢

ہبہ کی صُورت ہے۔ اور تعاون سے متعلق قُرآنِ کریم میں ہے:وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ۪ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ۔ (166)

ترجمہ، اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔(کنز الایمان)

اور ہدیہ کے بارے میں امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی۲۵۶ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «تَهَادُوا تَحَابُّوا»۔ (167)

یعنی، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:ایک دوسرے کو تحفہ دو آپس میں محبت بڑھے گی۔

لہٰذا اِس تعاون علی البر اور ہبہ کو قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور پھر یہ کہنا کہ سبسڈی سود ہی کے پیسوں سے دی جارہی ہے یہ بات یقینی نہیں بلکہ تحقیق طلب ہے۔ اور بالفرض اگر سود ہی کے پیسوں سے دی جارہی ہے تو یہ حکومت کا اپنا فعل ہے، لہٰذا اِس سے حج پر کوئی فرق نہیں پڑنا چاہیے اور نہ ہی اسے لینے والوں پر کوئی وبال ہو گا بالخصوص جبکہ وہ اسے سود کہہ کر بھی نہیں دیتی ہے۔ چنانچہ قُرآنِ کریم میں ہے:وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى۔ (168)

ترجمہ، اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔(کنز الایمان)

166۔ المائدۃ:۵/ ۲
167۔ الأدب المفرد،باب قبول الهدية،برقم:۶۰۷،ص۱۶۸
168۔ الأنعام:۶/ ۱۶۴

مزید برآں یہ کہ اگر سود ہی کے پیسوں سے دی جارہی ہے جب بھی یہاں چونکہ عقد ونقد کا معاملہ جمع نہیں ہورہا ہے، لہٰذا اِسے ناجائز وحرام نہیں کہہ سکتے ہیں ورنہ تو حکومت کے تقریباً تمام ہی معاملات ہی سود پر چل رہے ہوتے ہیں، نیز مختلف قسم کی سبسڈی میں بھی سود کا عنصر ضرور شامل ہوتا ہے، تو پھر ان سب کے بارے میں کیا حکم ہوگا؟ اور پھر اگر حکومت کی طرف سے سبسڈی والا حج جائز نہ ہو تو فرضیتِ حج کے حوالے سے بھی یہ سوال قائم ہوگا کہ حکومت کا پیکیج مثلاً آٹھ لاکھ والا ہے جبکہ پرائیویٹ پیکیج دس لاکھ روپے کا ہے، تو اس صورت میں اگر کوئی شخص ایامِ حج میں آٹھ لاکھ روپے کا مالک ہے تو کیا اُس پر حج فرض نہیں ہوگا۔ بہر حال حکومتِ پاکستان وزارتِ مذہبی اُمور کو اگر اس بات کا علم ہے کہ یہ سودی پیسہ سے سبسڈی دی جارہی ہے ،اور ظاہر ہے کہ یہ سب ان کے زیر نگرانی ہورہا ہے، تو انہیں چاہیے کہ وہ پھر اسے آپشنل کردیں یعنی جو چاہے سبسڈی لے اور جو چاہے نہ لے، اس صورت میں بھی یہ سوال بدستور اپنی جگہ قائم رہے گا کہ جنہوں نے ماضی میں سبسڈی لے کر حج کیا ہے اُن کے حج کا کیا حکم ہوگا۔

لہٰذا حج وغیرہ کے موقع پر حکومت کی طرف سے ملنے والی سبسڈی لے سکتے ہیں کہ یہ کئی وجوہ سے جائز ہے۔

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

یوم السبت،٤/ ذوالقعدہ،١٤٤٣ھ۔٣/ جون،٢٠٢٢م

ماخذومراجع

(۱)القرآن الکریم
(۲)تنقیح الفتاوی الحامدیّۃ للعلاّمۃ سیّد محمّد أمین ابن عابدین الحنفی (ت۱۲۵۲ھ)، مطبوعۃ:مکتبہ حقّانیہ،پشاور
(۳)التّصحیح والتّرجیح علی مختصر القدوری للعلاّمۃ الشیخ قاسم بن قطلوبغا المصری الحنفی(ت۸۷۹ھ)،مطبوعۃ:دار الکتب العلمیۃ،بیروت،الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۲۳ھ-۲۰۰۲م
(۴)التفسیرات الأحمدیّۃ للعلاّمۃ أحمد المعروف بملاّ جیون (ت۱۱۳۰ھ)، مطبوعۃ:مکتبہ اسلامیّۃ،کوئٹۃ
(۵)جد الممتار لشیخ الإسلام والمسلمین أعلی حضرۃ مجدّد الدّین والملّۃ الشّاہ الإمام أحمد رضا خان الحنفی(ت۱۳۴۰ھ)، مطبوعۃ:مکتبۃ المدینۃ، کراتشی،الطبعۃ الأولیٰ۱۴۲۸ھ-۲۰۰۷م
(۶)حیات القلوب فی زیارۃ المحبوب لشیخ الإسلام المخدوم محمد ہاشم التتوی القادری الحنفی(ت۱۱۷۴ھ)،مطبوعۃ:إدارۃ المعارف، کراتشی۱۳۹۱ھ
(۷)حاشیۃ الطّحطاوی علی الدّر المختار للعلاّمۃ أحمد بن محمد بن إسماعیل الطحطاوی الحنفی(ت۱۲۳۱ھ)، مطبوعۃ:دار المعرفۃ، بیروت،۱۳۹۵ھ-۱۹۷۵م
(۸)خزائن العرفان لصدر الأفاضل سیّد محمد نعیم الدین الحنفی (ت۱۳۶۷ھ)، مطبوعۃ:ضیاء القرآن،لاہور
(۹)خزانۃ المفتین للإمام حسین ابن محمد الحنفی(ت۷۴۶ھ)،مخطوط مصوّر
(۱۰)الدّر المختار شرح تنویر الأبصار للعلامۃ علاء الدّین محمد بن علی بن محمّد بن علی الحصکفی الحنفی(ت ۱۰۸۸ھ)، مطبوعۃ:دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۲۳ھ-۲۰۰۲م
(۱۱)ردّ المحتار علی الدّر المختار للعلاّمۃ سیّد محمد أمین ابن عابدین الحنفی (ت۱۲۵۲ھ)،مطبوعۃ:دار المعرفۃ،بیروت،الطبعۃ الأولیٰ ۱۴۲۰ھ-۲۰۰۰م
(۱۲)الأدب المفرد للإمام الحافظ محمد بن إسماعیل البخاری (ت۲۵۶ھ)، مطبوعۃ:دار المعرفۃ،بیروت،الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۲۰ھ-۱۹۹۹م

(۱۳)سُنن الدّارمی للإمام أبي محمد عبد الله بن عبد الرحمن بن الفضل بن بهرام التّميمی السمرقندی الدّارمی (ت۲۵۵ھ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۶م
(۱۴)سُنن ابن ماجة للإمام أبي عبد الله محمد بن يزيد ابن ماجة القزوينی (ت۲۷۵ھ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ-۱۹۹۸م
(۱۵)سُنن أبي داؤد للإمام سليمان بن أشعث السجستانی (ت۲۷۵ھ)، مطبوعة: دار ابن حزم، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۸ھ-۱۹۹۷م
(۱۶)سُنن التّرمذی للإمام أبي عيسیٰ محمد بن عيسیٰ التّرمذی (ت۲۷۹ھ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۱ھ-۲۰۰۰م
(۱۷)شرح الوقاية مع عمدة الرعاية لصدر الشريعة الأصغر عبيد الله بن مسعود المحبوبی (ت۷۴۷ھ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۲۰۰۹م
(۱۸)شرح المنظومة المُسمّاة بعقود رسم المفتی للإمام الهمّام الفقيه العلّامة محمد أمين بن عمر عابدين الشامی الحنفی (ت۱۲۵۲ھ)، مطبوعة: دار النّور للتحقيق والتّصنيف، الطبعة الأولى ۱۴۳۶ھ-۲۰۱۵م
(۱۹)صحيح البخاری للإمام أبي عبد الله محمد بن إسماعيل البُخاری (ت۲۵۶ھ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ-۱۹۹۸م
(۲۰)صحيح مسلم للإمام مسلم بن الحجاج القشيری النيسابوری (ت۲۶۱ھ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت
(۲۱)العناية شرح الهداية للعلّامة أكمل الدين محمد بن محمد بن محمود البابرتی الحنفی (ت۷۸۶ھ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى ۱۴۲۸ھ-۲۰۰۷م
(۲۲)العطايا النّبويّة فی الفتاویٰ الرّضويّة للإمام أحمد رضا خان الحنفی (۱۳۴۰ھ)، مطبوعة: رضا فاؤنڈيشن، لاهور
(۲۳)إرشاد السّاری علی مناسك للإمام حسين بن محمد سعيد عبد الغنیّ المكیّ الحنفیّ (ت۱۳۶۶ھ)، مطبوعة: المكتبة الإمدادية، مكة المكرّمة، الطبعة الأولى ۱۴۳۰ھ-۲۰۰۹م
(۲۴)الغاية فی شرح الهداية للإمام شمس الدين أبي العبّاس أحمد بن إبراهيم بن عبد الغنی الحنفی (ت۷۱۰ھ)، مطبوعة: المكتبة الوحيدية، بشاور

(۲۵) الفتاوی الولوالجیة للعلّامة ظهیر الدین الولوالجی الحنفی (ت بعد سنة ۵۴۰ھ)، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۴ھ - ۲۰۰۳م
(۲۶) الفتاوی الظهیریة للإمام ظهیر الدین أبي بکر محمد بن أحمد البخاری المرغیانی الحنفی (ت۶۱۹ھ)، مخطوط مصور
(۲۷) الفتاوی التاتارخانیة للعلّامة عالم بن العلاء الحنفی (ت۷۸۶ھ)، مطبوعة: مکتبة فاروقیة، کوئٹه
(۲۸) الفتاوی البزازیة علی هامش الهندیة للعلّامة محمد بن شهاب ابن بزار کردری الحنفی (ت۸۲۶ھ)، مطبوعة: المکتبة الحقانیة، بشاور
(۲۹) فتح القدیر شرح الهدایة للإمام کمال الدّین محمّد بن عبد الواحد الحنفی (ت۸۶۱ھ)، مطبوعة: دار إحیاء التّراث العربی، بیروت
(۳۰) فیض القدیر شرح الجامع الصّغیر من أحادیث البشیر النّذیر للعلّامة محمد عبد الرّؤوف المناوی الشافعی (ت۱۰۳۱ھ)، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، ۱۴۲۲ھ - ۲۰۰۱م
(۳۱) الفتاوی الهندیة للعلّامة نظام الدّین الحنفی وجماعة من علماء الهند (ت۱۱۶۱ھ)، مطبوعة: دار المعرفة، بیروت، الطبعة الثّالثة ۱۳۹۳ھ - ۱۹۷۳م
(۳۲) الفتاوی الإقناعیّة علی مذهب الإمام أبي حنیفة النّعمان للعلّامة عبد الحمید بن عبد الوهّاب السّباعیّ الحِمصی (ت۱۲۲۰ھ)، مطبوعة: مکتبه عمریة، کوئٹة
(۳۳) کتاب الأصل للإمام الحافظ أبي عبد الله محمّد بن الحسن الشیبانی (ت۱۸۹ھ)، مطبوعة: عالم الکتب، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۱۰ھ - ۱۹۹۰م
(۳۴) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع لعلاء الدّین أبي بکر بن مسعود الحنفی (ت۵۸۷ھ) تحقیق و تعلیق علی محمّد معوض و عادل أحمد، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۱۸ھ - ۱۹۹۷م
(۳۵) کتاب المبسوط للإمام شمس الدین أبي بکر محمد السّرخسی الحنفی (ت۴۹۰ھ) مطبوعة: دار الفکر، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۲۱ھ - ۲۰۰۰م
(۳۶) کنز الدقائق للإمام أبي البرکات عبد الله بن أحمد النسفی الحنفی (ت۷۱۰ھ) مطبوعة: دار البشائر الإسلامیة، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۳۲ھ - ۲۰۱۱م

(٣٧)الكفاية فی شرح الهداية للإمام جلال الدّين بن شمس الدّين الكرلانی الخوارزمی الحنفی (ت٧٦٧هـ)،مطبوعة:دار الكتب العلمية، بيروت،الطبعة الأولی ١٤٣١هـ-٢٠١٩م
(٣٨)كنز الإيمان لشيخ الإسلام والمسلمين أعلى حضرة مجدّد الدّين والملّة الشاہ الإمام أحمد رضا خان الحنفی (ت١٣٤٠هـ)
(٣٩)لباب المناسک للعلّامة الفقيه المحدّث الشيخ رحمة الله السندی الحنفی (ت٩٩٣هـ)،مطبوعة:دارقرطبة، بيروت،الطبعة الثانية فی بيروت عام١٤٢١هـ
(٤٠)المُحلّی بالآثار لأبی محمد علی بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسی الشهير بابن حزم الظّاهری (ت٤٥٦هـ)، مطبوعة:بيت الأفكار الدوليّة
(٤١)المحيط الرّضوی للإمام العلّامة الفقيه رضی الدّين وبرهان الإسلام محمد بن محمد الحنفی السّرخسی (ت٥٧١هـ)، مخطوط مصور
(٤٢)المنهاج فی فقه الحنفية للعلّامة شرف الدين أبی حفص عمر بن محمد الأنصاری العقيلی الحنفی (ت٥٧٦هـ)، غيرمطبوع
(٤٣)المسالك فی المناسك للإمام منصور محمد بن مكرم بن شعبان الكرمانی الحنفی (ت٥٩٧هـ)،مطبوعة:دارالبشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الأولی١٤٢٤هـ-٢٠٠٣م
(٤٤)المحيط البرهانی،للإمام برهان الدّين أبی المعالی محمود بن صدرالشريعة ابن مازة البخاری الحنفی (ت٦١٦)، مطبوعة:إدارة القرآن، كراتشی
(٤٥)بداية المبتدی مع شرحه الهداية للإمام برهان الدّين أبی الحسن علی بن أبی بكر الفرغانی المرغينانی (ت٥٩٣هـ)،مطبوعة:دارالأرقم، بيروت
(٤٦)المختار الفتوی للعلّامة الشّيخ مجد الدّين عبد الله بن محمود الموصلی الحنفی (ت٦٨٣هـ)،مطبوعة:مكتبة نزار مصطفی الباز،الرياض،الطبعة الأولی١٤١٨هـ-١٩٩٧م
(٤٧)معراج الدراية شرح الهداية للإمام قوام الدين محمد بن محمد الكاكی الحنفی (ت٧٤٩هـ)،مخطوط مصور
(٤٨)مواهب الرحمٰن فی مذهب أبی حنيفة النّعمان للإمام برهان الدين أبی إسحاق إبراهيم بن موسیٰ الطرابلسی (ت٩٢٢هـ)، مطبوعة:كتاب ناشرون، بيروت،الطبعة الأولی١٤٣٩هـ-٢٠١٨م

(۴۹)ملتقى الأبحر للعلّامة إبراهيم بن محمد بن إبراهيم الحلبي الحنفي(ت۹۵۶ھ)، مطبوعة:دار البيروتي،دمشق،الطبعة الثانية۱۴۲۶ھ-۲۰۰۵م
(۵۰)مجامع المناسك للعلّامة الفقيه المحدّث الشيخ رحمة الله السندي الحنفي (ت۹۹۳ھ)،مطبوعة:مدرسه إسلامية نقشبندية، افغانستان
(۵۱)مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح للعلّامة علي بن سلطان محمد القاري الحنفي (ت۱۰۱۴ھ)،مطبوعة:دار الكتب العلمية، بيروت،الطبعة الأولىٰ۱۴۲۲ھ-۲۰۰۱م
(۵۲)المسلك المتقسط في المنسك المتوسط للإمام العلّامة نور الدّين علي بن محمد بن سلطان المشهور بالملّا علي القاري الهروي الحنفي (ت۱۰۱۴ھ)، مطبوعة:المكتبة الإمدادية،مكة المكرّمة،الطبعة الأولىٰ۱۴۳۰ھ-۲۰۰۹م
(۵۳)مجمع الأنهر للإمام عبد الرحمن بن محمد بن سليمان الحنفي (ت۱۰۷۸ھ)، مطبوعة:دار الكتب العلمية،بيروت،الطبعة الأولىٰ۱۴۱۹ھ-۱۹۹۸م
(۵۴)وقار الفتاوىٰ للعلّامة المفتي محمد وقار الدين الحنفي (ت۱۴۱۳ھ)، مطبوعة:بزم وقار الدين،كراتشي،الطبعة الأولىٰ۱۴۱۹ھ-۱۹۹۸م
(۵۵)الهداية شرح بداية المبتدي للإمام برهان الدّين أبي الحسن علي بن أبي بكر الفرغاني المرغيناني (ت۵۹۳ھ)،مطبوعة:دار الأرقم، بيروت
(۵۶)البحر الرائق شرح كنز الدّقائق للعلّامة الشيخ زين الدّين بن إبراهيم بن محمد المعروف بابن نجيم المصري الحنفي (ت۹۷۰ھ)،مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت،الطبعة الأولىٰ۱۴۱۸ھ-۱۹۹۷م
(۵۷)البحر العميق في مناسك المعتمر والحاجّ إلى بيت الله العتيق لابن الضّياء محمد بن أحمد المكي الحنفي (ت۸۵۴ھ)،تحقيق عبد الله نذير أحمد عبد الرحمن مزي،مطبوعة:مؤسسة الرّيان،بيروت،الطبعة الأولىٰ۱۴۲۷ھ-۲۰۰۶م
(۵۸)البناية شرح الهداية للإمام محمود بن محمد بن موسىٰ المعروف ببدر الدين الحنفي(ت۸۵۵ھ)،مطبوعة:دار الكتب العلمية، بيروت،الطبعة الأولىٰ ۱۴۲۰ھ-۲۰۰۰م
(۵۹)تفسير الملّا علي القاري للعلّامة علي بن سلطان محمد القاري الحنفي (ت۱۰۱۴ھ)، مطبوعة:المكتبة المعروفية،كوئتة،الطبعة الرابعة ۱۴۳۳ھ-۲۰۱۳م

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

کی ایک دلکش کاوش

شانِ الوہیت وتقدیسِ رسالت کا امین

کوثر و تسنیم سے دھلے الفاظ، مشک و عنبر سے مہکا آہنگ

عشق وادب کی حلاوتوں کا ماخذ

ترجمہ قرآن

کنزالایمان

از

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا علیہ الرحمہ

اب پشتو زبان میں دستیاب ہے